ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

مدیر:
سید محمد کفیل بخاری

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

احرار کا عمل

مجلس احرارِ اسلام وقت اور ماحول کی پیداوار نہیں۔ یہ جماعت خدا کی خاص مہربانی کی مظہر ہے۔ میں اس کی ساری تاریخ پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ کسی ایک لیڈر نے ایک معیّن دنیاوی پروگرام کے پیشِ نظر نہیں بنائی بلکہ ایک ذھن رکھنے والے چند مفلس اور مخلص احباب غیر ارادی طور پر اکٹھے ہوئے۔ اُن کی رُوحیں پیغام اِسلامی سے روشناس تھیں۔ وہ بے ساختہ حکومتِ الٰہیہ کا پروگرام لے کر اُٹھیں۔ اُن کے ذھن میں خدا اور اُس کے عدل کی حکومت کو قائم کرنے کے سِوا کچھ نہ تھا۔ اِس لئے ھمارا ہر ایک ممبر حکومتِ الٰہیہ کا اَنتھک مفسّر ہے۔ ہم بادشاھوں، رئیسوں کا ایجنٹ ہوکر زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ ہم مُساوات کے علمبردار ھیں۔ ہم وقت اور ماحول کے مطابق چلنے والے نہیں۔ بلکہ وقت اور ماحول کے باغی ھیں۔ ھمیں سچّے اِنقلابی کی طرح اپنی رُوح کو بیقرار رکھنا چاہیئے اور آتش نفس مجاہدوں کی طرح اِنسانیت کی خدمت سے کوئی منٹ غافل نہ رہنا چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بعض کارکن سُست اور غافل ھیں۔ یہ بڑی بُری بات ھے۔ ابھی ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے۔ اَڑتیس برس کی قربانیوں کے بعد اب ہم اِس قابل ہوئے ھیں کہ کوئی ھماری بات توجہ سے سُن سکے۔ جب تک ہمارا ھر ممبر اپنے اندر سچّے مبلّغ کی رُوح پیدا نہ کریگا۔ ہم سرمایہ دار دنیا کے نقّار خانے میں طوطی بن کر رہ جائیں گے۔ سُستی اور غفلت موت ہے۔ ہمیں زندہ جماعت بن کر ہی نہیں رہنا بلکہ ھم غریبوں کو پاکستان کا قدرتی رہنما بن کر رہنا چاہیئے۔ یہ عظمت جان جوکھوں میں ڈالے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہمیں فکرِ معاش کے ساتھ ساتھ اپنے دینی مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے۔ خدا ہمارا حامی ومددگار ہے۔

مُفکرِ احرار چودھری اَفضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّۃ
ملتان

رئیس التحریر: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

مدیر: سید محمد کفیل بخاری

بابت ماہ: رجب المرجب ۱۴۱۰ھ — فروری ۱۹۹۰ء جلد ۱ شمارہ ۲

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ
حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہٗ

رفقاءِ فکر

سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المہیمن بخاری
سید عبدالکبیر بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا
عمر فاروق عمر ○ محمود شاہد
قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار

خوش خطی سرورق: جناب سید انیس الحسینی ابن سید الخطاطین سید نفیس الحسینی مدظلہٗ

زرِ معاونت اندرونِ ملک، بیرونِ ملک

سعودی عرب، عرب امارات مسقط، بحرین، عراق، ایران مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا	فی پرچہ: ۵/۰۰ روپے زرِ سالانہ: ۵۰/۰۰ روپے	امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ

سالانہ ۳۰۰/۰۰ روپے

پبلشر: سید محمد کفیل بخاری ○ پرنٹر: تشکیل احمد اختر ○ مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، پرانی غلہ منڈی ملتان ○ مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

آئینۂ سخن

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
دل کی بات	مدیر	۳
بنت خمینی کا انٹرویو	حر آغائی	۵
پاکستان میں نفاذ شریعت	مولانا محمد اسحاق صدیقی	۱۱
کھر پنجاب میں دوسرا راجپال	سید عطاء المؤمن بخاری	۱۹
سیدنا مروانؓ	حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹیؒ	۲۲
قرض اور لین دین	ابو اسامہ حامد سراج	۲۹
ھوگا ٹیکو	دیدہ دلیر	۳۳
شیخ الصحابہؓ	مولانا محمد عبدالحق چوہان	۳۴
ایران میں ۲۳٪ سنی	عبدالناصر مہاجر ایرانی	۴۱
نقارۂ خدا	خاموش مبلغ	۴۳
زبان میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۴۴
مفکر احرار چودھری افضل حقؒ	جعفر بلوچ	۴۷
چودھری افضل حقؒ کی یاد میں ایک تقریب	ظفر اقبال	۴۸
چمن چمن اجالا	نمائندگان نقیب ختم نبوت	۵۵
ردِ عمل	مولانا سعید الرحمٰن علوی	۶۱
بدعت اور بدبختی	محمد نادر بخش	۶۳

دِل کی بات

ابھی افغانستان میں جہاد ختم نہیں ہوا، لیکن مشرقی یورپ میں اشتراکی کوچہ گردوں کے جنازے اُٹھ رہے ہیں، دھرطن تختے ہو رہے ہیں کمیونزم پر رعشہ طاری ہے۔ اور وہ اپنی جنم بھومی میں بھی "جہادی شِکو" ہونے والا ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جہادِ افغانستان نے دنیا بھر کے محکوموں، غُلاموں، مجبوروں اور مظلوموں کو آزادی کے لیئے زندہ رہنے کا ولولہ و حوصلہ دیا ہے۔ جہاں جہاں غیر فطری نظام کے جبر سے انسانوں کو اُن کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے وہیں آزادی کی تحریکیں شدّت سے اُٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔

کشمیر میں تحریکِ آزادی میں سرگرمی بھی جہادِ افغانستان کا منطقی نیتجہ ہے۔ ایک دو دِن کی بات نہیں، گیارہ برس کی طویل جدوجہد ہے۔ سیکڑوں لاشوں کا ذِکر نہیں لاکھوں افغانوں کا خوُن فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہہ کر آزادی کی بُنیادوں میں اُتر چکا ہے۔

کشمیر کا مسئلہ بھی نیا نہیں۔ حکمران سیاستدان اور دانشور چالیس برس سے اس کا سیاسی حل تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ اب بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ کشمیر کا سیاسی اور پُر امن حل تلاش کیا جائے۔ اس حل کے انتظار میں ایک نسل قبروں میں آباد ہو چکی ہے۔ لیکن ہم سلام کرتے ہیں عدم آباد کے اُن باسیوں کو جو حصولِ آزادی کی جدوجہد کا جذبہ نئی نسل میں منتقل کر گئے۔

۱۹۳۰ء کی تحریکِ کشمیر کی روحِ رواں صِرف مجلس احرارِ اسلام تھی۔ احرار نے ڈوگرہ شاہی اور ہندو سامراج کو جذبہ جہاد، عوامی قوت اور اپنے خون کی قربانی سے مفلوج کر دیا تھا۔ اُس وقت یہ صِرف احرار کی آواز تھی آج یہ پُوری دنیا کے حرّیت پسند مسلمانوں کے دِلوں کی دھڑکن ہے ــــ کشمیر آزاد ہو کر رہے گا اور ہندو سامراج کو عبرتناک شکست ہوگی۔ کشمیر کی موجودہ تحریکِ آزادی، اَحرار کی بَرپا کی ہوئی تحریک اور شہداء کی قربانیوں کی صدائے بازگشت ہے اب کشمیریوں کو زیادہ دیر غلام نہیں رکھا جا سکتا آزادی اُن کا مقدر ہے۔ مجلسِ احرارِ اسلام تحریکِ آزادئ کشمیر کی مکمل حمایت کرتی ہے۔

ہم تحریکِ آزادی کے رہنماؤں کو یاد دِلاتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں مرزائیوں نے اس تحریک کو سبوتاژ

درپے تھی مذموم کوشش کی تھی جسے احرار کی دُوراندیش اور دانشمند قیادت نے ناکام بنا دیا تھا۔ پھر تقسیم ہند کے موقع پر باؤنڈری کمیشن کے ایک رکن سر ظفر اللہ (مرزائی) نے سازش کر کے کشمیر اور گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ دیا۔ مرزائی اپنے نام نہاد الہامی عقیدہ کے مطابق "اکھنڈ بھارت" پر ایمان رکھتے ھیں باؤنڈری کمیشن میں اُن کا گھناؤنا کردار اسی سازش کا ایک حصہ تھا۔

آج بھی مرزائی اور رافضی اِس تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے زیرِ زمین سازشوں میں مصروف ہیں۔ مجاھدین کشمیر ان سے خبردار رھیں۔

پوری پاکستانی قوم اور دنیا بھر کے مسلمان کشمیریوں سے اتحاد و یکجہتی کا اظہار کر رہے ھیں۔

اے مجاہدو! اللہ تمہیں کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آزادی سے سرفراز کرے۔ (آمین)

اِس ماہ کا سب سے اھم واقعہ یہ ہے کہ مرکز پنجاب اپنی طویل سیاسی رسہ کشی کے باوجود مسئلہ کشمیر پر متفق ہو گئے ھیں۔

کاش! وہ ملک میں قتل و غارت گری، بے امنی، رشوت، لُوٹ کھسوٹ، چوری، ڈاکہ زنی، بے حیائی، فحاشی، عُریانی، بدمعاشی، ہنگائی اور دینی اقدار کی بے حرمتی کے سدِباب پر متفق ہو جائیں۔ کشمیری قوم اپنا مسئلہ حل کرنے میں ضرور کامیاب ہوگی لیکن ہمیں اپنے مسائل خود حل کرنے ہوں گے۔

بقیہ از صـ ۲۸ :

پر اثرانداز ہوتے تھے بسر اسر غلط ہے۔ یہ کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جس سے ملکی سیاست پر کوئی اثرانداز ہو سکے اور نہ ہی ملکی پالیسی کوئی کاتب یا منشی بناتا ہے بلکہ ملکی پالیسیاں خلیفہ یا مجلس شوریٰ بناتی ہے۔ اور یہ جو محمد ابن ابی بکر کے قتل کے خط کا واقعہ انکی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ بھی ایک بہتان اور جھوٹ ہے۔ نہ انہوں نے کوئی ایسا خط لکھا اور نہ سیدنا عثمان رضؓ نے کوئی ایسا خط لکھوایا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے سبائیوں کے سامنے اس کا حلف بھی اُٹھایا اور خود سیدنا علیؓ نے بھی سبائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ خط تم نے اپنی طرف سے بنایا ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اھلِ علم حضرات مقدمہ ابن خلدون صـ ۲۸۱-۲۸۲، بیروت، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷، صـ ۱۷۵ ملاحظہ فرمائیں۔!

خبر آغائی

خمینی کی بیٹی کا انٹرویو

اور حضرت علیؓ کی ـــ نہج البلاغہ

۲۲ر جنوری ۱۹۹۰ء کے روزنامہ جنگ کے "خواتین کے لیے" خاص ایڈیشن میں خمینی کی بیٹی خانم زہرہ مصطفوی کا "اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوع پر ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ جس میں "رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور جہالت کا دور تھا" کے علاوہ اور بہت سی غلط باتیں کہی گئی ہیں۔ مثلاً خانم زہرہ کہتی ہیں:۔

"قرآن پاک کی رو سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ لیکن مشرقی اور مغربی معاشروں نے مزدوری اور آمدنی کے لحاظ سے ان میں فرق ڈال دیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں ہے کہ کسی بھی کام کرنے والے کو مساوی اجر ملے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت!"

خانم زہرہ کی یہ بات اس لیے غلط ہے کہ قرآن میں جو کمائی کا ذکر ہے کہ مرد جو کام کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور عورت جو کچھ کمائے گی، اسے اس کا اجر ملے گا۔ اس بات کا تعلق زندگی میں نیکی اور بدی کرنے سے ہے نہ کہ مرد اور عورت کی (دنیا میں) ملازمت، مزدوری اور آمدنی کی مساوات کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔

بلکہ قرآن پاک کی رُو سے:۔

"مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس فضیلت کی بناء پر جو اللہ نے ان میں سے ایک دوسرے کو عطاء کی ہے۔ اور اس بناء پر کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں (النساء۔ ۳۴)

"مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمران ہے، اور وہ اپنے حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے (بخاری شریف)

آگے چل کر زہرہ مصطفوی کہتی ہیں "آج بھی دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جہاں عورت انتخاب کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ لیکن اسلام نے عورت کو حق دیا ہے، اور وہ اپنی پسند کے مطابق شادی کر سکتی ہے۔"

یہ درست ہے کہ غلام اور کافر کو چھوڑ کر آزاد مسلمان مردوں میں سے عورت اپنے لئے شوہر کا انتخاب کر سکتی ہے لیکن اس معاملہ میں بھی اس کے لئے اپنے باپ دادا، بھائی اور دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ کرنا ضروری ہے اگرچہ اولیاء کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دیں۔ مگر عورت کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی رائے کے خلاف جس سے چاہے، نکاح کر لے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں مرد کو خطاب کیا گیا ہے وہاں کہا گیا "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو) یعنی مردوں کو مطلق اجازت دی گئی ہے۔ اور جہاں عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں کہا گیا ہے "فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ" (عورتوں سے ان کے گھر والوں کی اجازت لے کر نکاح کرو)

خانم صاحبہ کے خیالات سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق و فرائض کے بارے میں دینِ اسلام سے قطعاً مطمئن نہیں اور مغربی نکرات کے ذہن پر مسلط ہے۔ مغرب میں تو عورت مرد دونوں کو مکمل آزادی ہے بلکہ عورتوں کو مردوں سے زیادہ، "لیڈیز فرسٹ" کا تصور مغرب ہی نے تو دیا ہے، مغرب میں عورت جب چاہے جس سے چاہے جس مقام پر چاہے شادی کر سکتی ہے اس کے علاوہ ہر قسم کے تعلقات قائم کر سکتی ہے۔ بوائے فرینڈ بنا سکتی ہے اور اسے روکنے والے کو سزا بھی ہو سکتی ہے چاہے وہ اس کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ وہ حق ہے جو انہیں "جمہوریت" نے دیا ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لئے کتاب اللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہی معیار و حجت ہے اور قیاس درجہ رابعہ کی چیز ہے وہ بھی مشروط ہے۔

پھر خانم زہرہ کہتی ہیں "ہمیں بہت خوشی ہے کہ ایک خاتون کسی اسلامی ملک اور خاص کر پاکستان کی وزیر اعظم بنی ہیں۔"

حالانکہ زہرہ مصطفوی کے خوش ہونے کی وجہ پاکستانی خاتون کا وزیر اعظم بننا نہیں ہے۔ بلکہ انہیں اس لئے خوشی ہوئی کہ وزیر اعظم کی ماں ایرانی النسل ہے۔ اور ماں بیٹی دونوں ایرانی مذہب پر

ایمان رکھتی ہیں، اور اسی بات کو وہ گول کر گئی ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا "آیندہ چند برسوں میں دیکھیں گی کہ ایران میں عورت تعلیم اور سیاست کے میدان میں کس مقام تک پہنچتی ہے۔ وہ بھی وزیر بنے گی اور شوریٰ میں بھی اہم کردار ادا کرے گی۔"

کیا زہرہ مصطفوی یہ بتا سکتی ہیں کہ ایرانی دستور کے مطابق کوئی عورت ایران کی صدر اور وزیر اعظم بن سکتی ہے۔ کیا ایرانی عورت کو ایران کے کسی سربراہ عہدے پر لگایا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہ پاکستان میں آکر جھوٹ پر مبنی باتوں سے پاکستانی عورتوں کو پھسلانے اور ورغلانے کی ترغیب کیوں دے رہی ہیں؟ جب کہ اسلام میں عورت کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ مثلاً:

عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جہاد بھی فرض نہیں ہے۔ جنازہ میں شرکت ضروری نہیں۔ نماز باجماعت اور مساجد کی حاضری بھی لازم قرار نہیں دی گئی۔ محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چہ جائیکہ عورت۔ گھر سے باہر نکل کر مشیر، وزیر اور سربراہ کے عہدے پر غیر مردوں کے دوش بدوش، ہاتھ سے ہاتھ اور سانس سے سانس ملاتی پھرے۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "اسوۂ حسنہ میں عورت کی سربراہی کی مثال نہیں ملتی"۔ زہرہ مصطفوی نے کہا: "اسلام آیا تو زمانۂ جہالت تھا۔ اس عرصے میں عورت اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ سربراہی کے عہدے پر پہنچتی۔ .... خود آنحضرت ﷺ مختلف کاموں کے لئے معتبر خواتین سے رائے ضرور لیتے تھے۔"

زہرہ مصطفوی خود ہی کہتی ہیں کہ جہالت کا دور تھا۔ اس عرصے میں عورت اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ سربراہی کے عہدے پر پہنچتی۔ خود ہی کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف کاموں کے لئے معتبر خواتین سے رائے ضرور لیتے تھے۔ یعنی خانم زہرہ ایک ہی جگہ دو متضاد باتیں کر رہی ہیں۔ ان کی پہلی بات سے عیاں ہے کہ اس دور میں عورتیں جاہل تھیں۔ ان میں کوئی قابلیت نہ تھی۔ دوسری بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کی عورتیں اتنی معتبر اور صلاحیت والی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رائے ضرور لیتے تھے۔ حالانکہ یہ سب کچھ غلط ہے، ہرزہ سرائی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر حضرت علیؓ یا حضرت حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت راشدہ تک

کوئی مثال نہیں ملتی کہ کبھی کسی عورت کو کوئی چھوٹا سا عہدہ بھی دیا گیا ہو، یا مشیر ہی مقرر کیا گیا ہو جب کہ اس دور میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں موجود تھیں ۔ کیا خانم زہرہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ جاہل تھیں معاذ اللہ وہ اس قابل نہیں تھیں کہ انہیں وزیر، مشیر بنایا جاتا، اور ان کے مقابلے میں آج کی مغرب زدہ، مادر پدر آزاد، حیا باختہ عورتیں اس قابل ہیں کہ مشیر وزیر بن سکتی ہیں ۔

پھر اسوۂ حسنہ میں یہ مثال تو ملتی ہے کہ رسول پاکؐ نے ایک ام المومنین کو ایک نابینا صحابی کے سامنے آنے سے بھی روک دیا تھا ۔ یہ مثال نہیں ملتی کہ کسی قابل سے قابل عورت کو بھی کوئی عہدہ دیا ہو ۔ اور وہ غیر مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کام کرتی رہی ہو ۔ پھر اس دور کو جہالت کا دور قرار دینا خود اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرنا ہے ۔ جس کے بارے میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ :۔

"سب سے بہترین دور میرا دور ہے ....

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَۃَ رض عَلَی النِّسَآءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَآئِرِ الطَّعَامِ کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَّلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ

(بخاری ص ۴۸۴، ص ۵۳۲)

ترجمہ :۔ ابوموسیٰ اشعری رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حضرت) عائشہؓ کی برتری دوسری عورتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی (عرب میں نہایت زود ہضم، مقوی اور لذیذ ایک کھانے کا نام ہے) بقیہ سب کھانوں کے مقابلہ میں (اس کے بعد فرمایا) مردوں کا تو کیا کہنا ان میں تو بہت لوگ رتبۂ کمال کو پہنچے لیکن گذشتہ عورتوں میں جو کمال کے رتبہ کو پہنچیں ان میں سے قابلِ ذکر یہ چند ہستیاں ہیں (۱) حضرت مریم بنت عمران (۲) آسیہ زوجۂ فرعون ۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِّسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ ۔

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۷۳)

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو عورتوں میں کامل عورتوں کا تعارف منظور ہو تو تم کو بس ان عورتوں کا نام کافی ہے (حضرت) مریم بنت عمران (حضرت) خدیجہ بنت خویلد (حضرت) فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ زوجۂ فرعون۔

تاریخی اعتبار سے دو خواتین کا تعلق ماضی سے ہے۔ حضرت آسیہ کا تعلق حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے اور حضرت مریم کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے ہے اور حضرت خدیجہ طاہرہ۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے۔ تین کامل خواتین اور ان میں سے ایک اکمل ترین۔ تینوں جنسی اعتبار سے تو بے شک عورتیں ہیں۔ مگر قوائے عقلیہ اور وہ صفات جو حکمرانی کے لئے ہوتی ہیں ساری کی ساری عورتیں ان عورتوں کے اندر بھی بدرجۂ کمال موجود ہیں۔ کمال عقلی اور کمال علمی میں بلند ہیں۔ شجاعت ہے۔ انصاف ہے، بہادری ہے، شرم وحیا ہے، غیرت ہے۔ یہ تمام اوصاف وکمالات جیسے مردوں میں ہوتے ہیں۔ ویسے ہی ان چار عورتوں میں اللہ نے دئے تھے۔ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا میں ان سب سے زیادہ تھے۔ انتہائی قابلِ افسوس اور قابلِ گرفت بات ہے کہ رسول اللہ کے پاس رہنے والی، تربیت حاصل کرنے والی، نبیؐ کی گود میں پلنے والیوں کو جاہل کہا جائے، اور جن کے دل و دماغ میں مغربی تہذیب کے افکار و نظریات چمگادڑوں کی طرح لٹکے ہوئے ہوں، جن کے جسموں کو مغربی تہذیب کی خراشوں نے تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہو۔ وہ پیغمبر کے گھر والوں کے متعلق یہ کہیں کہ وہ جاہل تھے۔ اُن کے پاس علم نہیں تھا۔ اس لئے انہیں حکومت نہیں ملی، انہیں سربراہی کے اہل نہیں سمجھا گیا ...... اگر عورت کسی لحے حکومت کے لائق ہوتی تو سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ فاطمہ بنت محمد سلام اللہ علیہما اس قابل تھیں، اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ ان سب سے افضل تھیں، نبیؐ نے تو ان سے عمر بھر امور مملکت میں مشاورت تک نہیں کی۔ ہاں عورت جو کچھ کرسکتی ہے، اس کے دائرۂ اختیار میں جو کچھ ہے۔ وہ اس نے کیا جو اسلام کی فطرت کے عین مطابق ہے اور حضور علیہ السلام کی منشا کے مطابق ہے سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے علم پھیلایا، عورتوں کو پڑھایا، تعلیم و تبلیغ کی۔ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے پردے میں بیٹھ کر ام المومنین سے علم دین حاصل کیا دینی مسائل کا ایک بڑا حصہ آپ کی تعلیم

وتدریس کی بدولت امت تک پہنچا۔ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپ کی روایات اور تدریس سے محفوظ ہوا۔ سیرت نبوی کے کئی اہم گوشے آپ کی تعلیم سے صحابہ کرامؓ کے ذریعہ امت تک پہنچے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا وجود ان کا عمل قیامت تک کی عورتوں کے لئے نظیر اور مثال ہے۔

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے خانم زھرہ نے کہا کہ " عورت کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ گھر بیٹھ کر کھانا پکائے۔ یہ کام اس پر فرض نہیں ہے۔ دونوں برابر ہیں، اگر عورت نہیں کرتی تو گھر کا کام کاج مرد کرے .... میرے والد نے کبھی میری والدہ سے کوئی کام کرنے کے لئے نہیں کہا۔ بچوں کو پالنے میں بھی وہ میری والدہ کے برابر کے حصہ دار تھے۔ دو گھنٹے اگر وہ سوتے اور ماں بچے کو سنبھالتی تو پھر وہ کہتے ہیں کہ اب میں بچے کو سنبھالتی ہوں تم دو گھنٹے سو جاؤ۔ انہوں نے کبھی میری ماں سے نہیں کہا کہ میرے لئے ایک پیالی چائے بناؤ ...."

کیا ان سب باتوں سے خانم زھرہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ ایران میں مہینے کے پندرہ دن گھر کا کام کاج (کھانا پکانا، جھاڑ پونچھ، کپڑے دھونا، برتن مانجھنا، بچوں کا سنبھالنا، گھر کی صفائی وغیرہ) مرد کرتا ہے، اور پندرہ دن عورت یہ سارا کام سرانجام دیتی ہے۔ اگر وہاں واقعی ایسا ہوتا ہے تو ایران کے مردوں کو یہ زنانہ تہذیب مبارک!

خانم صاحبہ پاکستانی عورتوں کو گھر کے کام کاج سے باغی کرنے کی ناکام کوشش کیوں کر رہی ہیں۔ کہ " اگر عورت نہیں کرتی تو گھر کا کام مرد کرے"۔ ضرورت اور مجبوری کے تحت تو ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ میاں بیوی دو ساتھی ہیں۔ رفیق حیات ہیں۔ ایک کو دوسرے کے دکھ کا احساس ہونا چاہیے ورنہ ذہنی بغاوت پیدا ہوتی اور ظلم راہ پاتا ہے۔ مگر کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ گھر کا سارا کام کاج مرد سرانجام دیتا ہے؟ مرد کا کام تو بیوی بچوں کے لئے روزی کمانا ہے۔ عورت کا کام گھر سنبھالنا ہے۔ بچوں کی پرورش ہے ماں کی گود پہلی درسگاہ ہے۔ عورت کا اپنا دائرہ کار ہے۔ مرد کے اپنے تمدنی فرائض ہیں۔ پھر یہ بھی کہیں سننے میں نہیں آیا کہ حضرت فاطمہؓ نے بغیر وجہ کے گھر کا کام کاج نہ کیا ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ داری کا سارا کام خود سرانجام دیا ہو۔ ہاں! یہ ضرور پڑھنے میں آیا کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام میں اتنی محو رہتیں۔ کہ محنت کرتے کرتے دست مبارک سخت ہو گئے تھے۔ اور ایک دفعہ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نوکر کے لئے درخواست بھی کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہ فرمایا۔

آخر میں اسی موضوع کے حوالے سے یہاں اہل تشیع کی معتبر کتاب "نہج البلاغہ" سے دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔ جس کے بارے میں شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب قطعی غیر محرف ہے، اور قرآن مجید (معاذ اللہ) تبدیل شدہ کتاب ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا!" اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقص ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دوران نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے، اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ اور حصہ اور نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بری باتوں کے منوانے پر نہ اتر آئیں۔

(نہج البلاغہ، اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین خطبہ ۷۸، صفحہ ۲۷، ۲۸۔ شائع کردہ امامیہ کتب خانہ حلقہ ۷۲، مغل حویلی، اندرون موچی گیٹ لاہور)

"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا، جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا، جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا۔ جو فاسق و فاجر ہو۔ انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا۔ صدقہ کو لوگ خسارہ اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے، اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لئے ہوگی اس زمانے میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر ورائے پر ہوگا۔ (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۱۲، صفحہ ۹۸)

کیا اہل تشیع علماء و ذاکرین اس بات کی وضاحت کرنا پسند کریں گے کہ ان کے نزدیک خمینی کی بیٹی زہرہ مُصطفوی کا انٹرویو زیادہ معتبر ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہج البلاغہ! دونوں میں سے کس کی بات درست ہے؟

بقیہ از صفحہ ۱۸:

یہی ہے کہ وہ بھی اسکی تائید کریں اور فقہ جعفری یا کسی دوسرے شیعی فقہ کی بلکہ ہر ایسے فقہ کے نفاذ کی، جو فقہ اہل سُنّت کے حدود سے خارج ہو، شدت کے ساتھ مخالفت کریں۔ (باقی آئندہ)

حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہٗ

[۲]

پاکستان میں نفاذِ شریعت اور فکرِ جدید

علماء احناف کا عمل

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان کے قوانین عامہ کا اصل ماخذ فقہ حنفی ہی کو بنانا چاہیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی میں جو احکام و مسائل درج ھیں انہیں کو قانون کی شکل دے کر نافذ کرنا چاہیئے لیکن اگر کوئی صورت ایسی درپیش ہو جس میں کسی مانع کی وجہ سے فقہ حنفی کے کسی مسئلے کو قانونی شکل نہیں دے سکتے تو اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ائمہ اربعہ کے فقہ میں سے کسی دوسرے امام کے فقہ سے اقتباس کرنا چاہیئے۔ اگر اس طرح بھی مسئلہ حل نہ ہو تو اجتماعی طور پر اجتہاد کرنا چاہیئے۔ یہ طریقہ ایسا ہے جس پر اکابر علماء احناف نے عمل بھی کیا ہے۔ اسکی ایک مثال درج ذیل ہے۔

کسی عورت کا شوہر مفقود والخبر ہو جائے تو اسے کتنے دن تک اسکی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے ـــ؟ یہ مسئلہ معروف ہے۔ برطانوی دور میں اس مسئلے نے ہندوستان میں بہت سنگین صورت اختیار کر لی۔ اور حنفی فقہ پر عمل کرنے میں بعض بہت سخت مفاسد پیدا ہونے لگے۔ اس مرحلے پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے علماء کا ایک اجتماع کیا۔ اور غور و بحث کے بعد ان سب حضرات نے فیصلہ کیا کہ بحالات موجودہ اس مسئلے میں امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر فتویٰ دینا چاہیئے۔ اس فیصلے کو جمہور علماء نے بھی قبول کیا اور اس کے بعد سے اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اسی سلسلہ کے کچھ اور بھی مسائل تھے۔ جن میں امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار کیا گیا ہے۔ "الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة" حضرت حکیم الامتؒ موصوف کی ایک مستقل کتاب ہے جس میں موصوف نے ان مسائل و احکام کو جمع فرمایا ہے۔ اور انکی پوری تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ ایسے نظائر اور بھی مل سکتے ہیں۔ اس مثال کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے،

کہ علماء احناف نے اس بارے میں کبھی کسی تنگ نظری سے کام نہیں لیا ہے۔ اس لئے اگر ماخذ قوانین عامہ ملکی کے لئے صرف فقہ حنفی کو تسلیم کیا جائے، تو بھی ضرورت کے وقت دوسرے فقہی مسلکوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

نظیر ناگزیر ہے

یہ خیال کہ ایک جماعت جو علماء اور قانون دانوں پر مشتمل ہو، مجتمع ہو کر فقہ حنفی کے مختلف مکاتب فکر پر نظر کرے اور ان میں سے ان مسائل کو اخذ کر کے جو کتاب و سُنّت سے زیادہ موافقت رکھتے ہوں اور پاکستان کے حالات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ انہیں قانون کی شکل دے۔ اور یہی قوانین پاکستان کے ملکی قوانین قرار دیئے جائیں۔ ہمارے نزدیک قابلِ عمل اور صحیح نہیں۔ اولاً اس لئے کہ امت مومنہ کوئی بھٹکتی ہوئی امت نہیں ہے۔ یہ علم کا سرمایہ رکھتی ہے۔ اور اس کا علم ماضی سے آتا ہے۔ اگر ہم قانون بنانے بیٹھیں تو ماضی کی کسی نظیر کے بغیر ہمارا ذہن اس مرحلے کو طے کرنے سے انکار کرے گا۔ اگر ہم کہیں کہ یہ مُقننین کا ایک نفسی قانون ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جو قوم بھی اپنے ماضی میں کوئی قانونی نظام رکھتی ہے وہ اگر نئے سرے سے قانون سازی کرنے بیٹھے تو وہ اپنے کسی سابق نظام قانون کو ضرور پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اور یہ ایک ہی ہوتا ہے۔ متعدد نہیں ہو سکتے۔ اگر متعدد ہوں گے تو ذہن منتشر ہو کر اس کام کو بہت مُشکل بنا دے گا۔ قانون سازی میں برطانیہ کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مگر برطانوی قانون کی عمارت رومی قانون پر قائم کی گئی ہے۔ رومن لاء کو سامنے رکھ کر انہوں نے ایک قانون بنایا ہے۔ ان کا روما سے زیادہ تعلق نہیں رہا تھا۔ مگر ایسے اصل ماننا انہوں نے ناگزیر سمجھا۔ کیونکہ بغیر کسی نظیر کے قانون سازی غیر ممکن معلوم ہوئی۔ امتِ مُسلمہ کا تعلق اپنے ماضی سے تو اس سے بہت زیادہ قوی ہے۔ جتنا برطانیہ کو روما سے تھا۔ ہم بغیر کسی فقہ کو اصل قانون قرار دیئے ہوئے قانون سازی کا کام کس طرح کر سکتے ہیں۔ اس وقت جو حضرات اجتہاد کے داعی اور تقلید کے مخالف ہیں۔ ان کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ آجاتا ہے تو پہلے ھدایہ، اور الدر المختار وغیرہ دیکھنے کے بعد ہی اجتہاد فرماتے ہیں بالکل فطری بات ہے کہ انسان کے پاس کوئی سرمایہ نہ ہو تو وہ صرف محنت سے سرمایہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا

ہے ۔ مگر جب معتد بہ سرمایہ موجود ہو تو اس سرمائے کو رائیگاں اور بے مصرف نہیں کرنا چاہتا بلکہ محنت کے ساتھ اس سرمائے کو بھی مزید سرمائے کے لئے ذریعہ حصول بنانا چاہتا ہے ۔ بڑی ناشکری اور ناقدری ہوگی اگر ہم اپنے عظیم الشان فقہی سرمائے کو نظر انداز کردیں اور نئے سرے سے اس کام کو شروع کریں جسے ہمارے ائمہ سلف کمال تک پہنچا کر ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اگر ہم ایک نیا فقہ تیار کریں ، اور فقہ حنفی کو جس پر صدیوں سے ہم عمل کر رہے ہیں نظر انداز کردیں تو اس کے لئے اتنی دراز مدت درکار ہوگی جس میں شیر خوار بچے بوڑھے ہو جائیں گے ۔ جس طرز طریق پر ہمارا ملک گامزن ہے ۔ اس کے پیش نظر اندیشہ ہے کہ اس طویل مدت کے گزرنے کے بعد جب فقہ تیار ہو تو ہماری نئی نسل خدانخواستہ اسکی ضرورت کی منکر اور بطور قانون اس کے نفاذ کی مخالف ہو جائے ۔

ڈاکٹر یوسف صاحب اور ڈاکٹر محمد اقبال صاحب مرحوم نے اس مسئلے کے صرف نظری پہلو پہ غور فرمایا اس کے عملی پہلو پر توجہ نہیں فرمائی ۔ اس لئے انہیں خیال ہوا کہ اس طریق کار سے پاکستان میں ایک اجماعی فقہ یعنی مجمع علیہ قانون وجود میں آسکتا ہے لیکن واقعہ یہ نہیں ہے ۔ بلکہ اگر متعدد فقہاء کرام کے مسالک کا تقابلی مطالعہ کر کے اور حالات کے موافق تر ، نیز دلیل کے اعتبار سے قوی تر ، حکم و قانون کا انتخاب کر کے اس پر جمہور علماء اور قانون دانوں کا اتفاق حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یا سب احکام و مسائل براہ راست کتاب و سنت سے اخذ کر کے اس پر اتفاق رائے کی جستجو اور تمنا کی جائے تو یہ کوشش اور جستجو مزید اختلافات پیدا کر دے گی ۔ اور پچاس برس کی کوشش اور محنت سے بھی یہ نتائج حاصل نہ ہو سکیں ۔ اہل سنت کے ہر فقہ کا ماخذ کتاب و سنت ہے ۔ کسی مسئلہ یا کسی فقہ کے متعلق یہ بحث کہ وہ کتاب و سنت سے نسبتاً زیادہ قریب ہے ۔ کبھی نتیجہ خیز نہیں ثابت ہوگی ۔

منصوصات میں نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ اس میں ترجیح کی ضرورت ہے ۔ اختلافات تو مجتہد فیہ مسائل میں ہیں اور اجتہادیات میں کسی فریق کو قیامت تک کوئی ایسی دلیل قطعی نہیں مل سکتی جس سے کسی مسلک کی صحت یا غلطی کا قطعی فیصلہ ہو سکے ۔ خیال تو فرمائیے کہ چودہ سو برس گزر گئے اور اس قسم کے مختلف فیہ اور مجتہد فیہ عملی مسائل میں کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا ، ہر فریق اپنے موقف پر قائم ہے ، تو اس امر کی کیا توقع ہے کہ چند علماء اور نو تعلیم یافتہ حضرات بیٹھ کر انکا دو ٹوک فیصلہ کر دیں ۔ اور اس

فیصلے کو ملک و قوم کے دوسرے علماء بھی تسلیم کریں۔

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسائل میں، جو نسبتاً نیچے درجے کے ہیں علماء کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں اور علماء ان پر اتفاق نہیں کر سکے، اس لئے یہ طریقہ تو کسی طرح مناسب نہیں کہ فقہ کے متعدد مکاتبِ فکر کو سامنے رکھ کر اور ہر مسئلے پر نئے سِرے سے اس نقطۂ نظر سے غور کر کے کہ کونسا قول اَقرَبُ إِلَی الکِتَابِ وَالسُّنَّۃ ہے غور کیا جائے اور پھر ان میں سے کسی کو ترجیح دے کر قانونی شکل دی جائے۔ یہ طریقہ اختلافات اور مشکلات میں اضافہ کر دے گا۔

مناسب طریقہ اور مناسب زاویۂ نظر

قوانینِ شرعیہ وضع کرنے کا صحیح اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ اہلِ سُنّت کے مکاتب فقہ میں سے کسی ایک فقہ کو اصل ماخذ قانون ملکی قرار دیا جائے۔ پاکستان کے لئے فقہ حنفی ہی کو اصل ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔ فقہ حنفی کو اصل تسلیم کر کے اس کے ان مسائل پر جن کا تعلق مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے ہے۔ اور جنہیں قانونی شکل دینا منظور رہے، مندرجہ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھ کر غور کیا جائے۔

ا:۔ موجودہ احوال و ظروف میں اس مسئلے پر عمل کرنے سے وہ مصلحت شرعیہ حاصل ہوتی ہے یا نہیں جس کے حصول کے لئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے؟

اگر اس حکم کی بنیاد حصولِ مصلحت کے بجائے دفع مفسدہ شرعیہ پر ہے تو کیا اس پر عملدرآمد سے وہ مفسدہ دفع ہو جاتا ہے؟

ب:۔ موجودہ احوال و ظروف میں اسے قانونی شکل دینے، اور نافذ کرنے سے اختلافِ احوال و ظروف کی بناء پر کوئی مفسدہ شرعیہ تو لازم نہیں آتا؟ یا کوئی مصلحت شرعیہ فوت تو نہیں ہوگی؟

یہی وہ مناسب زاویۂ نظر ہے جس سے قانون سازی کے وقت فقہ کے مسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ اس کی مثال میں پیش کر چکا ہوں، مفقود الخبر کی زوجہ کے مسئلے پر علماءِ احناف نے اسی زاویۂ نظر سے غور کیا اور امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر فتویٰ دینے کا فیصلہ کیا۔

شیعہ فقہ کی کوئی گنجائش نہیں

ڈاکٹر صاحب نے اپنی زیرِ تبصرہ کتاب کے صہ ۴۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ بعض فقہاء اہلِ سنت نے تحقیق مسائل کے بارے اسقدر وسعت نظر سے کام لیا کہ بعض فرق شیعہ کے قوانین و مسائل فقہ کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ اس سے ترشح ہوتا ہے کہ موصوف شیعہ فقہ کو بھی قانونِ پاکستان کا جزو بنانے کے حامی ہیں۔

اہلِ سنت کے نزدیک ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے کسی طرح قابلِ قبول نہیں۔ نفاذِ شریعت کا مطلب کتاب و سنت کے احکام کا نفاذ ہے۔ شیعہ — اثنا عشری و اسماعیلی، قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے۔ از راہِ تقیہ اس پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر اُنکی کتابیں اُنکی تکذیب کرتی ہیں۔ سنت، جس میں سُنت متواترہ یعنی تعامل اور احادیثِ احاد دونوں داخل ہیں۔ اسکا انکار علی الاعلان کرتے ہیں۔ قرآن و سُنت کے اوّلین ناقل و محافظ صحابہ کرام ہیں، انہیں وہ منافق اور کافر کہتے ہیں (العیاذ باللہ) صحابہ کرامؓ پر اعتماد کے بغیر کتاب و سُنت پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے وہ دونوں کے منکر ہیں۔ پھر انکا فقہ کتاب و سُنت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے؟ اور وہ کتاب و سُنت پر مبنی نہیں ہے تو اسلام نہیں، اسکی گنجائش کس طرح نکل سکتی ہے؟

ہر شیعی فقہ خواہ اس کا نام فقہ جعفری ہو یا اور کوئی مطلقاً غیر اسلامی ہے۔ اس میں اور یہود کے قوانین میں کوئی فرق نہیں اسے شریعتِ اسلامیہ کا جزو نہیں بنایا جاسکتا۔ اور اسلامی قانونِ پاکستان میں اسکی رعایت کرنا شرعاً بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

نام نہاد "فقہ جعفری" کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف بالکل غلط ہے۔ موصوف سُنی تھے اور صالح و متقی مسلمان تھے وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ وہ محدث مجتہد تھے، فقیہ مجتہد نہیں تھے۔ ان کا کوئی مستقل فقہ نہیں تھا۔ اور انکے مسلک و اجتہاد کی کوئی تدوین نہیں ہوئی۔ اور نہ انکی کسی سُنی نے تقلید کی۔ دنیائے اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جائیے ایک سُنی بھی جعفری یا باقری نہیں ملے گا۔ انہیں کے زمانہ میں حضرات امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تھے، انکے مقلدین کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ شارعِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہے۔ خاتم النبیین والمعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت نازل ہوئی اور بحکمِ الٰہی آنحضرت علیہ السلام نے اسکی تعلیم دی۔ بایں معنیٰ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصدرِ شریعت

ہیں ۔ اس وصف میں کوئی آپ کا شریک و سہیم نہیں اور نہ ہو سکتا ہے ۔ ہم اسی شریعت کو نافذ کر سکتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔ فقہ اسی شریعت کی توضیح و تفہیم و تفصیل کا نام ہے ۔ اس لئے ہر استدلال فقہی اور اجتہاد کی انتہا کتاب و سُنّت پر ہونا چاہئیے مگر نام نہاد فقہ جعفری کا ماخذ کتاب و سُنّت نہیں ہے ۔ اسکی انتہا خود حضرت جعفر صادق اور شیعوں کے دُوسرے مزعومہ ائمہ کے اقوال و فعل پر ہوتی ہے ۔ شیعہ خود انہیں شارع اور کتاب و سُنّت سے بے نیاز سمجھتے ہیں ۔ اس کا نفاذ شریعتِ جعفریہ یا شریعتِ اثنا عشریہ کا نفاذ ہوگا نہ کہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ کا نفاذ ۔ شریعت کا نام لے کر نبی اکرم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے سوا کسی دُوسری شریعت کو نافذ کرنا ، یا اسے شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ کے ساتھ مخلوط کرنا یا اسے اسلامی شریعت تسلیم کر لینا خاتم النبیین والمرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم سے بغاوت ہے جو معصیتِ عظیمہ ہے ۔ اور جھلا وبال بہت سخت ہے ۔ والعیاذ باللہ !

شیعی عالم علامہ لیعقوب کلینی کی کتاب الکافی جس کا ایک حصّہ اصول الکافی کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا فروع الکافی کے نام سے نام نہاد "فقہ جعفری" کا ماخذ و مرجع ہے ۔ بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ ۔ یہی کتاب اس فقہ کا ذخیرہ ہے ۔ پوری کتاب الکافی دیکھ جائیے ، اسکی ہر روایت کی انتہا ، حضرت جعفر صادقؒ پر ہوتی ہے ۔ کچھ روایتیں شیعوں کے دوسرے مزعومہ ائمہ کی طرف بھی منسوب ہیں ۔ اگر خوردبین سے دیکھئے ۔ تو بھی شاید کوئی روایت یا کوئی قول او فتویٰ ایسا نہیں ملے گا جسکی نسبت سیّدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو ۔ شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ انکے مزعومہ ائمہ میں سے ہر ایک صاحبِ شریعت ہے یعنی شریعت ہر امام پر براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی ۔ انہیں نبی اکرم سیّدنا و نبینا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی کوئی احتیاج نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب الکافی مذکور میں النادر کالمعدوم کے علاوہ کوئی حدیث نبوی نہیں ملتی پھر ہم "فقہ جعفری" کو اسلامی فقہ کیسے کہہ سکتے ہیں ؟

یا فقہ اسلامی میں اسکی پیوندکاری کس طرح گوارا کر سکتے ہیں ؟

اس سلسلہ میں اہم بات کا تذکرہ بھی مناسب ہے کہ قانونِ ملکی عام ہوتا ہے ۔ سلطنت میں رہنے والے مختلف فرقوں کے لئے الگ الگ قانون نہیں ہو سکتا ۔ شرعی قوانین ملکی وہی ہو سکتے ہیں جو سُنی ملک اور سُنی فقہ پر مبنی ہوں ـــــ ان سے کسی فرقہ مثلاً شیعہ وغیرہ کا استثناء شرعاً ، سیاستاً انتظاماً ہر حیثیت سے مطلقاً

ناجائز اور ممنوع و معصیت ہے۔ وہ ملک میں رہنے والے ہر فرقہ اور ہر باشندہ کے لئے ہونا چاہئیں۔ کسی فرقہ اور گروہ کو اسکی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ان قوانین شرعیہ کے متوازی اپنی شریعت اور اپنے فقہ پر مبنی قوانین اپنے فرقہ پر نافذ کرے۔

پاکستان میں اہلِ سنّت کی تعداد پچانوے فی صد ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ اس خطہ ارضی، بلکہ پورے برصغیر پاک و ہند میں اسلام لانے والے اور اسے پھیلانے والے اہلِ سنت ہی ہیں۔ اگر اہلِ سنّت یہاں اسلام نہ پھیلاتے تو یہاں مسلمانوں کی اکثریت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور پاکستان کا تصوّر بھی کوئی نہ کر سکتا۔ اسلئے اگر بالفرض اہلِ سنت اکثریت کے بجائے اقلیت میں بھی ہوتے تو بھی یہاں فقہ اہلِ سنت ہی نافذ ہونا چاہیئے تھا چہ جائیکہ انکی غالب اکثریت ہے۔ اس لئے یہاں صرف فقہ اہلِ سنت نافذ ہو سکتا ہے۔ فقہ جعفری، یا کسی دوسرے مذہب، فرقہ کے فقہ نافذ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ شیعوں کا مطالبہ بالکل بے معنی ہے۔ جو قابلِ التفات بھی نہیں۔

حضرات اہلِ حدیث کی تشویش بے جا ہے

فقہ حنفی کے نفاذ سے حضراتِ اہلِ حدیث کو بھی اختلاف ہے۔ اہلِ حدیث کوئی فرقہ نہیں ہے بلکہ اہلِ سُنّت ہی کا ایک فقہی مکتبِ فکر ہے۔ حنفی شافعی، مالکی، حنبلی کی طرح اہلِ حدیث بھی اہلِ سُنّت ہی میں داخل ہیں ان کے اختلافات سے نفاذِ شریعت میں رکاوٹ پیش آ سکتی ہے۔ جن لوگوں کو نفاذِ شریعت پسند نہیں وہ اس اختلاف کو اچھال کر۔۔۔ اس فرض کی ادائیگی سے لے مانع بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضراتِ اہلِ حدیث کو غور کرنا چاہیئے کہ قوانینِ عامہ صلوٰۃ میں آمین کو سری یا جہری قرار دینے یا اس قسم کے دوسرے مسائل سے متعلق نہیں بنائے جائیں گے جو مسائل قانونِ شخصی (پرسنل لاء) کے حدود میں داخل ہیں انکے متعلق کوئی قانونِ عام نہیں بنایا جا سکتا۔ قوانینِ ملکی کا تعلق زیادہ تر معاملات اور اس سے کمتر معاشرت سے ہوتا ہے۔ معاشرت کے ہی بکثرت مسائل پرسنل لاء کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ان قوانین کے حدود سے خارج ہوتے ہیں۔ معاشرتی مسائل میں اہلِ حدیث و احناف میں بہت کم اختلافات ہیں اور معاملات میں تو تقریباً اختلاف مفقود ہے۔ ایسی حالت میں حضراتِ اہلِ حدیث کو اعتراض کرنے کی کوئی وجہ وجیہہ نہیں، صحیح طرزِ عمل

(بقیہ صـ ۲۱ پر)

تقریر : سید عطاء المؤمن بخاری
مرتب : خادم حسین

"کھر" - پنجاب میں دوسرا راجپال
بدبخت کھر — خدا کے قہر سے ڈر

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیئے

پیپلز پارٹی کے گٹر کے گندے کیڑے "کھر" نے اپنی ایک تقریر میں جو غلاظت اگلی ہے اُس سے پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے دِل زخمی ہیں مسٹر کھر نے اپنی جنسی بے راہ روی کو شیوۂ پیمبری قرار دیا ہے " لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن ۝

اِس توہین آمیز گفتگو پر دین پسند حلقوں کا احتجاج فطری امر ہے ، عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائم مقام مرکزی صدر ابنِ امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری نے دارِ بنی ہاشم ملتان میں ۲۶ جنوری کے اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا ۔ آپ نے کہا :

حضور علیہ السلام کی شان میں کھر کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی پیپلز پارٹی کے افکار و نظریات کا کھلا اظہار ہے ۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک میں عشقِ رسول کے دعویداروں کی موجودگی میں ایک مجہول النسب شخص یہ کہتا ہے کہ : " میں نے زیادہ شادیاں اس لئے کی ہیں کہ یہ شیوۂ پیغمبری ہے " اس بیان پر دہ سیاست دان اور مولوی بھی مُہر بلب ہیں جنہوں نے اسلام آباد میں ملعون رشدی کے خلاف احتجاج اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے نام پر سات مسلمان نوجوانوں کو اپنی سیاسی دکانداری کی بھینٹ چڑھایا ۔ اور نام نہاد عشاقانِ رسول کے غول بیابانی میں بھی ایک سناٹا ہے ۔ سیاسی مولوی اور مذہبی دکاندار بھی منہ بند کئے بیٹھے ہیں ۔ یہ خاموشی ان کے ایمان کی جاں کنی اور فسق و فجور سے بھرپور زندگی کا آئینہ ہے ۔ لادین سیاست دانوں کی دوستی اور لادین نظامِ ریاست "جمہوریت" کو

قبول کرنے کا نتیجہ ہے ، بدنہاد و بدکردار کھر شیوۂ پیغمبری تو صوم وصلوٰۃ کی پابندی ، زکوٰۃ کی ادائیگی ، ایمان وعقیدہ کا تحفظ اور اس کا اظہار انسانی حقوق کی تکریم و نگہبانی ، انسانوں کے اعمال و اخلاق کی بلندی اور تربیت و تزکیۂ روح و باطن ہے ۔ نبی کریم علیہ السلام تمام رات اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر پوری امت کی ہدایت و مغفرت کے لئے روتے ہیں ، دُعائیں مانگتے ہیں ۔ ام المومنین سیدۂ کائنات عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے صدقے میں تو ساری کائنات کو بخشش ملنی ہے ۔ اللہ نے آپ پر بے شمار انعامات کئے ہیں ۔ پھر آپ تمام رات کیوں جاگتے ہیں ؟ اتنی تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں ۔ نوافل میں تمام رات قیام سے آپ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ گئے ہیں ۔ اُن سے ریشہ بہنے لگا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا :

اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔ جس اللہ نے مجھے اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے ۔ میں اُس کا شُکر گزار بندہ نہ بنوں —— ؟

نبی خود بعد میں کھاتا ہے ، پہلے دوسروں کو کھلاتا ہے ۔ وہ دوسروں کے دُکھ درد بھی خود اپنی جان پر برداشت کرتا ہے ۔ نبی علیہ السلام مصلّے پر کھڑے ہوئے ۔ ابھی تکبیر نہیں ہوئی ۔ واپس گھر تشریف لے گئے ۔ صحابہ کرام پریشان ہیں کہ آج خلافِ معمول کیا واقعہ درپیش ہے ۔ آپ واپس تشریف لائے تو نماز ادا ہوئی ۔ سلام و دعا سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت تو ہے ؟ آپ واپس کیوں تشریف لے گئے ؟ فرمایا ! مجھے اس حال میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہوئے شرم دامن گیر ہو رہی تھی کہ میرے گھر میں کھجور کے دو دانے بچے ہوئے تھے ۔ انہیں خیرات کر کے آیا ہوں ۔ نبی علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے روحانی اور جسمانی قوتوں میں سب انسانوں سے بلند رکھا ہے مجھے جنّت کے چالیس آدمیوں کی قوت عطا کی ہے ۔ جس طرح اللہ نبی پر مہربان اور نگہبان ہوتا ہے اور بہت زیادہ راحتیں عطا کرتا ہے ۔ تکالیف بھی اُسی تناسب سے ہوتی ہیں جو کوئی دوسرا انسان برداشت نہیں کر سکتا ۔ حضور علیہ السلام کو اتنا شدید بخار آیا کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ، طائف میں ظلم اور ذلّت کو برداشت کیا ، دین کے لئے گھر اور وطن چھوڑا ۔ مشرکین نے گھر کا کوڑا کرکٹ آپ پر پھینکا ، پیٹھ پر اونٹ کی عفونت زدہ اوجھ رکھ دی راستے میں کانٹے بچھائے گئے ، صحنِ کعبہ میں گلا گھونٹا گیا ۔ لیکن نبی نے اُنکی ہدایت کے لئے دُعائیں کیں ۔

یہ ہے شیوۂ پیغمبری ، بدبخت کھر —— خدا کے قہر سے ڈر ، اپنی بدکاریوں کے لئے اسوۂ رسول کا نام استعمال

کر کے ابھی تم زندہ ہو۔ خُدا اپنے دشمنوں کو زندہ رہنے کا حق تو دیتا ہے مگر اپنے رسول کے دشمنوں کا نام ونشان مٹا دیتا ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں ـــــ کھر پنجاب میں پیپلز پارٹی کا راجپال ہے۔ اس کے دماغ میں اگر یہ خناس گھس گیا ہے کہ کوئی اُسکی ٹھتھنی توڑنے والا نہیں، تو یہ محض خام خیالی ہے۔ وہ اپنی سیہ کاریوں اور حرکتوں کو نیکیوں کا نام نہ دے ورنہ اُسے چُپ کرا دیا جائے گا۔ بات کہنے کو جی نہیں چاہتا لیکن اُن ناداں کے لئے کہتا ہوں جو اِس بدکردار کو اپنا لیڈر مان رہے ہیں کھر کی سابقہ بیوی نے اخبارات میں زیادہ دن نہیں ہوئے اس پر الزام لگایا تھا کہ: "میرے شوہر (کھر) نے میری بہن کی عزت پامال کی ہے"۔ اگر اِس شخص میں معمولی غیرت بھی ہوتی تو اِس بیان کے بعد اُسے مر جانا چاہیئے تھا۔

کان کھول کر سنو! جو پیمبر کی توہین کرے گا ہم اُسے روند ڈالیں گے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رُسوا کر دیں گے۔ ہم اپنی زبان کو دودھاری تلوار سے زیادہ خوفناک بنا دیں گے۔ ہم زیادہ قوی ایمان کے دعویدار تو نہیں لیکن یہ دعویٰ ضرور ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں اپنی زبان کے تند و تیز تیر و نشتر سے ان بدمعاشوں، دین دشمنوں، جرائم کی پوٹ اور زنا و شراب کے مجسموں کو چھلنی کر دیں گے۔ جس شخص نے اپنے عہدِ اقتدار میں کن آباد لاہور کی مسلمان بیٹیوں کی عزتوں کو نیلام کیا اُسے محافظ بنا کر ہم پر مسلّط نہیں کیا جا سکتا اس دریدہ دہن اور ژولیدہ فکر کے حامل نے اپنے فسق و فجور اور جنسی درندگی کو شریعت سے تشبیہ دیکر شانِ رسالت میں بہت بڑی جسارت کی ہے۔ او حرِ پنجاب! او بدذوق خاک بسر کو رمغز و کور بصر ـــــ کھر! اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دو یا اللہ و رسول اور پوری قوم سے معافی مانگو ـــــ مسلمان کہلا کر یہ ہذیان بکنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے نام کے ساتھ "مُصطفیٰ" جیسا مقدس اور پاک لفظ لکھنا ترک کر دو۔ میں حکومتِ پنجاب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے اِس راجپال کو گرفتار کر کے توہینِ رسالت کے جرم میں عبرتناک سزا دی جائے۔ تاکہ پھر کسی بدزبان کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ مسلمان کہلا کر بھی اپنی خباثتوں اور ژولیدہ افکار و اعمال کی سند کے لئے شریعتِ مطہرہ کو پامال کرے۔

حکیم محمود احمد ظفر، سیالکوٹ

سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما
ایک مظلوم ترین شخصیت (آخری قسط)

مشہور محدث ملا علی القاری رح نے اس قسم کی سب روایات کو موضوع قرار دیتے ہوئے پتہ کی بات لکھی ہے:

ومن ذالک الاحادیث فی ذم معاویۃ رض وذم عمرو بن العاص رض وذم بنی امیۃ ومدح المنصور والسفاح وکذا ذم یزید والولید ومروان بن الحکم ــــــ

انہی موضوعات میں سے وہ احادیث بھی ہیں جو معاویہ رض، عمرو بن العاص رض اور بنو امیہ کی مذمت میں ہیں اور منصور عباسی اور سفاح عباسی کی مدح وتعریف میں ہیں اور اسی طرح یزید بن معاویہ رح اور ولید رح اور مروان بن الحکم رض کی مذمت میں جو روایات ہیں وہ بھی موضوع ہیں (کیونکہ بنو عباس کے زمانہ میں ان لوگوں کو بدنام کرنے کے لئے وضع کی گئی تھیں)۔

(الموضوعات الکبیر ص ۱۶۹-۱۷۰ المنار المنیف لابن القیم ص ۱۱۷)

سیدنا مروان بن الحکم رض کے بارہ میں یہ روایات صحیح کیسے ہو سکتی ہیں جب کہ وہ امت مسلمہ کے اکابر اور فقہا مسلمین میں سے تھے، چنانچہ علامہ ابوبکر بن العربی رح نے سیدنا مروان کے فضائل ومناقب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ــــ فرماتے ہیں:

مروان رجل عدل، من کبار الأمۃ عند الصحابۃ والتابعین وفقہاء الاسلام ــــــ

مروان رض ایک عادل انسان تھے اور صحابہ رض، تابعین اور فقہائے اسلام کے نزدیک امت کے بڑے آدمیوں میں سے تھے (العواصم من القواصم ص ۸۹)

انکی دینی محبت اور انکی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جس زمانے میں وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اُس زمانے میں وہ پیش آمدہ مشکل مسائل کے وقت صحابہ کرام رض کو جمع کر کے اُن سے مشورہ لیتے اور جس رائے پر وہ اتفاق کرتے اُسی پر عمل کرتے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۸)

وہ دینی مسائل میں کس قدر محتاط تھے، امام شافعی نے اس بارہ میں ان کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ مروان رض جب مدینہ طیبہ کے گورنر تھے سیدنا ابوبکر بن عبدالرحمٰن رض (جو اس واقعہ کے راوی ہیں) اپنے والد کے ساتھ ان کے پاس گئے، انکی مجلس میں کسی شخص نے سیدنا ابوہریرہ رض کے متعلق کہا کہ وہ یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ "جو شخص صبح صادق کے وقت جنبی ہو وہ اس دن کا روزہ نہیں رکھ سکتا۔" مروان رض نے جب یہ سُنا تو فوراً میرے باپ عبدالرحمٰن کو سیدہ عائشہ رض اور سیدہ ام سلمہ رض کی خدمت میں بھیج کر اس مسئلہ کی وضاحت چاہی، انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہ رض کا بیان کردہ مسئلہ درست نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب باشی کے باوجود اسی حالت میں روزہ رکھتے تھے اور صبح صادق ہونے کے بعد غسل فرماتے تھے۔ ہم نے سیدنا مروان رض کو واپس جاکر ازواج مطہرات کی یہ وضاحت بیان کی تو انہوں نے ہمیں اسی وقت سیدنا ابوہریرہ رض کے پاس بھیج دیا تاکہ انہیں بھی اس مسئلہ کی صحیح نوعیت کے بارہ میں بتادیا جائے۔ ہم نے سیدنا ابوہریرہ رض کو جاکر ازواج مطہرات کے اس مسئلہ کی نوعیت کے بارہ میں وضاحت بیان کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ "میں نے بذات خود اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا۔ مجھ سے کسی اور نے اس طرح مسئلہ بیان کیا تھا۔" (کتاب الام جلد ۸ صفحہ ۲۰۰)

حافظ ابن کثیر اور ابن سعد نے بھی لکھا ہے کہ سیدنا مروان رض ہر مشکل مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جانب رجوع فرماتے اور مسئلہ کا حل اُن کی رائے سے تلاش کرتے۔

(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۸، طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۰)

بلکہ حافظ ذہبی نے امام احمد کا قول نقل فرمایا ہے کہ :

كان مروان يتتبع قضاء عمر

مروان رض سیدنا عمر رض کے فیصلوں کی پیروی کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد ۳ صفحہ ۴۷۷ البدایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۸)

جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جنگِ جمل میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ انہی کے تیر سے شہید ہوئے لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۴۱)

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔

کان مروان من سادات قریش وفضلاءھا

مروان قریش کے سرداروں اور فضلاء میں سے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۷)

حافظ ذہبی نے امام شافعی کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ :

ھو سیّد من شباب قریش

وہ قریش کے نوجوانوں میں سے سردار تھے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۴۷۷)

شاید اسی وجہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ اس منصب پر کئی سال تک فائز رہے اور اس زمانہ میں انکے خاندانِ نبوت کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رہے۔ بعض دفعہ ایک لاکھ درہم سیدنا زین العابدین رحمہ اللہ نے اُن سے بطور قرضِ حسنہ لئے اور بعد میں وہ قرضِ حسنہ واپس نہ لیا گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸)

یہی نہیں بلکہ خاندانِ نبوت نے اُن کے ساتھ رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم کئے چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رملہ بنت علی بن ابی طالب کا نکاح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے معاویہ بن مروان سے ہوا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ ص ۶۹، جمہرۃ الانساب ص ۸۷، نسب قریش ص ۴۵)

اسی پر بس نہیں بلکہ قیامِ مدینہ کے دوران سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انکے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے :

ان الحسن والحسین کان یصلیان خلف مروان ولا یعیدانھا ویعتدان بھا

بے شک حسنؓ اور حسینؓ مروانؓ کی اقتدار میں ہمیشہ نمازیں پڑھتے تھے اور انہیں لوٹاتے نہیں تھے۔ بلکہ صحیح سمجھتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۴۷۸ تاریخ صغیر بخاری ص ۵۷) (بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد ۱۰ ص ۱۳۹)

خاندانِ نبوت کے ساتھ باہمی محبت و مودت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر نے سیدنا علی ابن الحسینؒ (زین العابدینؒ) کے بارہ میں لکھا ہے:

احبهم الی مروان وابنه عبد الملك

وہ مروانؓ اور اُن کے بیٹے عبدالملک کے ہاں سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ ص ۱۰۶، تاریخ صغیر بُخاری ص ۱۰۴)

فضیلتِ علمی کا یہ حال تھا کہ کتاب اللہ کے قاری اور شریعتِ اسلامی کے مزاج شناس تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

چالیس سال سے کتاب اللہ کا قاری ہوں پھر ان حالات میں گھر گیا جن میں گھرا ہوا ہوں، خونریزی اور یہ تمام باتیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۴۷۹)

ایک موقع پر سیدنا معاویہؓ نے ان کی علمی عظمت و فضیلت کے بارہ میں یہ ریمارکس دیئے:

القارى لكتاب الله، الفقيه فى دين الله، الشديد فى حدود الله

یہ کتابُ اللہ کے قاری، دین کے فقیہ اور اللہ کی حُدود کے قائم کرنے میں سخت ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۷، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۴۷۷)

"آپ کا خود اپنا دعویٰ تھا کہ "میں نے کبھی قرآنی احکامات کی خلاف ورزی نہیں کی ہے"

(انساب الاشراف جلد ۵ ص ۱۲۵)

اور آپ کے اس دعویٰ کو کبھی کسی نے چیلنج نہیں کیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ علمی طور پر ان کا مقام اس قدر بلند تھا کہ

كان يُعدُّ فى الفقهاء

اُن کا شمار فقہائے امت میں سے ہوتا تھا۔ (الاصابہ جلد ۳ ص ۴۷۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی ان کے علمی مقام کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

أخرج اهل الصحاح عدة احاديث من مروان وله قول مع اهل الفتيا۔

اہل صحاح نے انکی کئی احادیث کی تخریج کی ہے اور وہ اہلِ فتویٰ میں سے ہیں۔

(منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۹)

آپ نے سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا عبدالرحمٰن بن الاسودؓ اور سیدہ بسرۃ بن صفوانؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ کی کچھ روایات احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں لیکن محققین کے نزدیک وہ روایات مرسل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی رؤیت تو ثابت ہے لیکن روایت (سماع) ثابت نہیں۔

(الاصابہ جلد ۳ ص ۴۷۷)

آپ سے صحابیٔ رسول سہل بن سعد الساعدیؓ اور تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ، علی بن الحسینؒ (زین العابدین) عروہ بن زبیرؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن الحارثؒ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ، مجاہدؒ، ابوسفیان اور آپ کے بیٹے عبدالملکؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۹۱، الاصابہ جلد ۳ ص ۴۷۷، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص ۴۷۶)

ایک صحابیٔ رسول سہل بن سعد الساعدیؓ کا ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے روایت کرنا انکی علمی اور اخلاقی عظمت کی بیّن دلیل ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے امام مالکؒ نے انکی حدیث اور انکی رائے پر کامل اعتماد کیا ہے۔ (ہدی الساری مقدمہ فتح الباری جلد ۲ ص ۱۶۴)

علامہ محب الدین الخطیب نے ان سے مروی کچھ احادیث بھی ذکر کی ہیں جو بخاری، مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمدؒ، مسند احمد اور احادیث کی دیگر کتابوں میں درج ہیں۔ (ملاحظہ ہو العواصم من القواصم ص ۸۹ تعلیم)

آپ کی وفات رمضان المبارک ۶۵ھ میں واقع ہوئی۔ انتقال کے وقت آپکی عمر ۶۳ سال تھی اور مدت خلافت تقریباً ۹ ماہ۔

سیدنا مروانؓ کے حالات زندگی ہم نے اس تفصیل سے اس لئے لکھے ہیں تاکہ قارئین کو انکی زندگی

کے نقوش و تاثرات معلوم ہو سکیں، کیونکہ دشمنانِ صحابہ نے اُن کے کردار کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا اور سیدنا عثمان رضؓ کی شہادت کی مرکزی وجہ وہی تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بتایا جاتا ہے کہ امیر المومنین عثمان رضؓ نے تمام اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اپنے چچا زاد بھائی مروان رضؓ کو اپنا سیکرٹری بلکہ چیف سیکرٹری بنا لیا۔ مزید یہ کہ مروان رضؓ کا معتوب باپ الحکم زندہ تھا اور وہ اپنے اس بیٹے کے ذریعہ حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہوتا تھا۔ سیکرٹری یا چیف سیکرٹری کا تو کوئی عہدہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں نہیں تھا البتہ خلیفہ کا ایک کاتب ہوتا تھا جو اُس کے فرامین کو لکھ کر مختلف صُوبوں اور لوگوں کو بھیجا کرتا تھا۔ اس کو آپ آجکل کی اصطلاح کے لحاظ سے اسٹینو گرافر کہہ لیں یا پرسنل اسسٹنٹ۔

سیدنا صدیقِ اکبر کے کاتب سیدنا عثمان بن عفان رضؓ تھے۔ چنانچہ ابوجعفر بغدادی نے لکھا ہے کہ:

کان عثمان بن عفان کاتبا لابی بکر الصدیق

عثمان بن عفان رضؓ ابوبکر صدیق رضؓ کے کاتب اور منشی تھے۔ (کتاب المحبر صفحہ ۳۷۷)

اسی طرح سیدنا زید بن ثابت رضؓ اور ایک اور شخص معیقیب سیدنا عمر رضؓ کے کاتب اور منشی تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: ———

وکاتب عمر زید بن ثابت وقد کتب له معیقیب

سیدنا عمر رضؓ کے کاتب زید بن ثابت اور معیقیب تھے۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط صفحہ ۱۳۱)

جس طرح آپ سے قبل شیخین نے اپنے فرامین وغیرہ کے اجراء کے لئے کاتب رکھے ہوئے تھے۔ اسی طرح سیدنا عثمان رضؓ نے بھی اپنی خلافت کے آخری ایام میں سیدنا مروان رضؓ کو (جو اتفاق سے آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور آپ کی صاحبزادی ام ابان کبریٰ کے شوہرِ نامدار بھی، علم و ادب میں ایک خاص مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ بحرین کے گورنر اور افریقہ کی فوجی مہمات میں ایک اہم کردار ادا کر چکے تھے) اپنا کاتب مقرر کر لیا جس کو یار لوگ پوری سلطنتِ اسلامیہ کے چیف سیکرٹری کے لفظ سے تعبیر کرنے لگے۔ حالانکہ پرسنل اسسٹنٹ اور چیف سیکرٹری میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

چنانچہ مؤرخین نے سیدنا مروان کی صحیح پوزیشن کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے لکھا ہے۔

كان كاتب ابن عمه عثمان

وہ اپنے چچا زاد بھائی عثمان رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے (سیر اعلام النبلا جلد ۳ صفحہ ۴۷۷)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

كان كاتب الحكم بين يديه

وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اُن کے فرامین اور فیصلے لکھا کرتا تھا۔

————(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۲۵۹)

ابن سعد نے لکھا ہے:

كان كاتباً له

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے۔

ایسا ہی حافظ ابن حجر نے الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۷ میں لکھا ہے:

اب اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان رضی اللہ عنہ کو اپنے فرامین اور فیصلے لکھنے کے لئے اپنی خلافت کے آخری ایام میں کاتب اور منشی مقرر کر لیا تو اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے۔

یہ آخری ایام میں ہم نے اس لئے لکھا کیونکہ اس سے قبل سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ایک زمانہ تک بحرین کے گورنر رہے (ملاحظہ ہو تاریخ خلیفہ بن خیاط صفحہ ۱۵۹ وغیرہ)

علاوہ ازیں آپ نے مختلف اوقات میں افریقہ کی مختلف مہمات میں بھی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی ایک صحابہ کے ساتھ شمولیت کی۔ آپ کوئی ساری زندگی مدینہ طیبہ ہی میں نہیں رہے اور نہ ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سریر آرائے خلافت ہوتے وقت انہیں اپنا کاتب یا منشی بنا لیا تھا۔ بلکہ جب وہ بحرین کی گورنری اور افریقہ کی مہمات میں شمولیت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے تجربے اور علمی قابلیت کے پیشِ نظر اپنی خلافت کے آخری ایام میں انکو کاتب اور منشی مقرر کیا گیا۔

اور یہ جو بعض نام نہاد مفکرین اور دشمنانِ صحابہ کہتے ہیں کہ وہ اس عہدے کے ذریعہ ملکی سیاست

(بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

قرض اور لین دین

ابواُسامہ حامد سراج

عجیب آدمی ہو یار تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ رقم لینے کیلئے تو شیر تھے۔ اب کتنے بہت سے مہینے ہو گئے لوٹانے کا نام نہیں لے رہے۔

بھئی صاحب آپ فکر نہ کریں میں انشاء اللہ جلد ہی واپس کر دوں گا۔ کیسے جلد واپس کریں گے؟ کتنے مہینے تو آپ سے بندوبست ہوا نہیں اب کیا آسمان سے دولت برسے گی جو میرا اُدھار چکاؤ گے۔ اور وہ دونوں دست و گریباں ہونے کو تھے کہ کچھ لوگوں نے بیچ میں آکر معاملہ رفع دفع کرا دیا۔

اس دورِ پرآشوب میں جہالت کی ہوا اتنی تیز چل رہی ہے کہ اخلاق کے خیمے کی طنابیں اکھڑ اکھڑ رہی ہیں۔ دین سے دُوری، دین دار متقی پرہیزگار لوگوں کی محفلوں سے کنارہ کشی آج کے انسانوں کو ایک ایسی پُرخطر راہ پر لے کر چل رہی ہے جس پر سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں۔ ایک ہی دوڑ، اندھی دوڑ راتوں رات امیر بننے کی دوڑ۔ پیسہ، پیسہ، سہولتیں ——— عزّت کی روٹی ہونے کے باوجود ہوس کا ناگ ڈستا رہتا ہے۔ اور —— اور —— اور —— مزید ——— جانے یہ حضرتِ انسان کیا چاہتا ہے۔ "دین صرف نام ہے نماز اور روزے کا"... یہ سوچ ہے اِن کی —— نماز اور روزے سے علاوہ انہوں نے معاملات کا دروازہ کھول کر ہی نہیں دیکھا۔ ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے دھوکہ دھی، فراڈ، چور بازاری، ملاوٹ، جھوٹ، دغا، فریب، حسد، دل آزاری، بُغض، غیبت ان سب گناہوں کو اتنا ہلکا اور آسان سمجھ لیا گیا ہے۔ جیسے کبھی بازپرس ہوگی ہی نہیں...؟

اُدھار دینے والا.... جب کسی کو قرض دیتا ہے تو دیتے وقت تو احسان کر دیتا ہے۔ مگر بعد میں جتلا جتلا کر اپنا اجر ضائع کر دیتا ہے۔ جب وقت آتا ہے وصولی کا۔ اگر قرض دینے والے کا ہاتھ تنگ ہے اس کے حالات جلد اُدائیگی کی اجازت نہیں دیتے تو قرض خواہ کا یہ حق ہے کہ وہ مہلت دے اور ثواب سے محروم نہ ہو ——— کاش مغرب کی اندھی تقلید کرنے والوں اور عام ڈائجسٹ اور جھوٹی کہانیوں کے رسائل میں گم رہنے والے لوگ زیادہ نہ سہی چند لمحوں کے لئے کسی دینی کتاب کا مطالعہ کر لیں تو اُن کو

روشنی ملے اور وہ اندھیروں سے نکلنے میں کامیاب رہیں ....." معاملات کے سلسلہ میں اس کائنات کے سب سے عظیم المرتبت انسان حضور اکرم رحمت اللعالمین نے کتنی خوبصورت باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ کاش ہم ان ہیروں کی طرح دمکتے اور کھرے سونے کی طرح چمکتے الفاظ کو روح میں اُتار کر ان پر عمل کرتے تو کتنے بگاڑ اپنی موت آپ مر جاتے۔

حضرت ابوالیسرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس کو اپنے سایہ میں رکھے تو اُس کو چاہیئے کہ محتاج قرض دار کو مہلت دے یا کچھ معاف کر دے۔" (ابن ماجہ)

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص محتاج قرضدار کو مہلت دیگا اس کو ہر روز ایک صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو شخص مہلت گزرنے کے بعد بھی مہلت دیتا رہے گا۔ اس کو ہر روز کل قرضہ کے صدقہ کا ثواب ہوتا رہے گا۔" (ابن ماجہ)

ام المومنین سیدہ عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے جو شخص اپنا حق طلب کرے تو اس میں درگزر سے کام لے خواہ اس کا پورا حق ملے یا نہ ملے۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شب کو مجھے معراج ہوئی ہے تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ میں دس گنا ثواب ہے۔ اور قرض دینے میں اٹھارہ گنا ثواب ہے۔ میں نے جبرئیل امین سے اس کی وجہ دریافت کی کہ یہ کیا بات ہے کہ صدقہ سے قرض کا ثواب زیادہ ہے۔ جبرئیل نے کہا اس وجہ سے کہ قرض دینے والا اُس وقت قرض دیتا ہے کہ جب اُس کے پاس ہوتا ہے اور قرض لینے والا جب مانگتا ہے کہ اس کو ضرورت ہو۔"

امام غزالیؒ نسخہ کیمیا میں رقمطراز ہیں:

یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے احسان کا حکم دیا ہے جس طرح کہ عدل کرنے کا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل (اعتدال) اور احسان کا حکم دیتا ہے (سورۃ النحل آیت ۹۰)

"بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے احسان کرنے والوں کے" (سورۃ الاعراف آیت ۵۶)

اور جس شخص نے محض عدل پہ اکتفا کی اس نے دین کا سرمایہ تو بے شک سنبھال لیا اور گھاٹے میں نہ رہا لیکن اصل فائدہ تو احسان میں ہے اور عقلمندی بھی ہے۔ جو آخرت کے فائدے کو کسی بھی معاملے میں فراموش نہ کرے اور احسان وہ نیکی ہے کہ معاملہ کرنیوالے کو اس میں نفع ہے اگرچہ وہ تجھ پہ واجب نہیں ہے

آئیے اب بزرگانِ سلف کے طریقہ کار اور معاملات کو ایک نظر دیکھیں اور اس پہ چلنے کی کوشش کریں۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت سرّی السقطیؒ دکان کرتے تھے اور کبھی اس بات کو روا نہیں رکھتے تھے کہ پانچ درھم فی صد سے زیادہ نفع وصول کیا جائے ایک دفعہ انہوں نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے۔ بعد میں باداموں کا نرخ تیز ہو گیا۔ دلال نے اُن سے فروخت کے لئے طلب کئے فرمایا تریسٹھ دینار میں فروخت کر دو۔ اس نے کہا ان کا بھاؤ تو ان دنوں نوّے دینار ہو رہا ہے فرمایا ہو گا لیکن میں نے اپنے دل کو راست کر رکھا ہے کہ پانچ فیصد منافع سے زیادہ پہ کبھی کچھ فروخت ہی نہیں کروں گا۔ تو پھر اپنے اس عزم سے کیوں روگردانی کروں۔ دلال نے کہا میں بھی آپ کا مال نوّے دینار سے کم پہ بیچنے پہ تیار نہیں ہوں اور واقعی نہ اس نے فروخت کئے اور نہ سرّی سقطی زیادہ قیمت وصول کرنے پہ راضی ہوئے۔ اسے کہتے ہیں درجۂ احسان!

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک بار کسی ساتھی کے ساتھ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک ایک شخص کی نظر جب امام صاحبؒ پر پڑی تو اس نے رستہ بدل لیا اور گلی میں مُڑ گیا امام صاحبؒ نے کہا یہ شخص میرا قرضدار ہے۔ ایک عرصے سے قرض ادا نہیں کر پایا۔ شاید شرمندگی کی وجہ سے راستہ بدل گیا ہے۔ آپؒ نے اُسے بلایا شفقت فرمائی، پیار کیا اور کہا میں نے تمہارا سب قرض معاف کیا۔"

محمد بن المنکدرؒ بزرگوں میں سے گزرے ہیں وہ دکاندار تھے اُن کے پاس کچھ پارچات تھے جن میں سے بعض کی قیمت دس دینار تھی اور بعض کی پانچ۔ ایک دن اُن کی غیر موجودگی میں اُنکے ایک شاگرد نے پانچ دینار والا کپڑا ایک اعرابی کے ہاتھ دس دینار میں بیچ ڈالا جب وہ واپس آئے اور حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے تو دن بھر اس اعرابی کو تلاش کرتے رہے آخر وہ مل گیا تو اُس سے کہا کہ جو کپڑا تم نے میری دکان سے خریدا ہے وہ پانچ دینار سے زیادہ کا نہیں۔ اعرابی نے کہا ٹھیک ہے مگر میں نے وہ کپڑا اپنے شوق اور رضا و رغبت سے خریدا ہے

آپؒ نے کہا ٹھیک ہے مان لیا تم نے اپنے رضامندی سے خریدا مگر میں جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ کسی بھی مسلمان کیلئے پسند نہیں کرتا تو اب یا تو تم بیع فسخ کر دو یا پانچ دینار مجھ سے واپس لو۔ یا پھر میرے ساتھ دکان تک چلنے کی تکلیف کرو تاکہ میں اس سے بہتر کپڑا تمہیں دیدوں۔ اعرابی نے پانچ دینار لے لئے اور جب آپ واپس تشریف لیگئے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ مردِ خدا کون تھے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ محمد المنکدرؒ ہیں۔ اعرابی نے کہا سبحان اللہ یہ تو ایسا مرد ہے کہ اگر کبھی بارش نہ آئے خشک سالی ہو جائے تو نمازِ باراں کے لئے کھڑے ہو کر اس شخص کے وسیلے سے بارش ہونے لگے''

یہ تو چند واقعات ہیں۔ کتب تواریخ ایسے واقعات سے سطر سطر مزین ہیں۔ کاش ہم غور کریں اور دل کی گہرائیوں سے یہ تہیہ کرلیں کہ ہم دل کی آنکھیں کھلی رکھیں گے۔ اللہ رب العزت سب کو عمل کی توفیق بخشیں۔ "آمین"

حضرت مولانا محمد رمضان علوی کا سانحۂ ارتحال

حضرت مولانا محمد رمضان علوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸ جنوری کی شب —— ٹریفک کے ایک حادثہ میں انتقال فرما گئے —— انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

آپ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے مخلص اور محبوب رفقاء میں سے تھے۔ تمام عمر دین کی سربلندی کے لئے محنت کرتے رہے۔ تحریک ختم نبوت میں بے مثال حصہ لیا ہمیشہ علماءِ حق کا ساتھ دیا —— اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کیا اور لوگوں کو بھی دین سنایا۔ اس دور میں وہ عالمِ باعمل تھے۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی اور حافظ عزیز الرحمٰن آپ کے فرزند ہیں۔

دونوں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر ہیں۔ اللہ انہیں صبر عطا فرمائے!

مجلس احرارِ اسلام کے تمام اراکین ومعاونین اور جملہ مسلمان حضرت مولانا کے لئے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔ اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائے حُسنِ آخرت کا معاملہ فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین) —— ہم مولانا کے فرزندوں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں اور اُن کے اس غم میں شریک ہیں۔ (ادارہ)

دیدہ دلیر

ہوگائیکو

کہا ہم اونٹ پر بیٹھیں
کہا تم اونٹ پر بیٹھو
کہا کوہان کا ڈر ہے
کہا کوہان تو ہوگا

کہا ہم شہر کو جائیں
کہا تم شہر کو جاؤ
کہا انسان کا ڈر ہے
کہا انسان تو ہوگا

کہا ہم کار بنائیں
کہا تم کار بناؤ
کہا جاپان کا ڈر ہے
کہا جاپان تو ہوگا

کہا ہم رائے ونڈ جائیں
کہا تم رائے ونڈ جاؤ!
کہا اک "بیان" کا ڈر ہے
کہا پھر بیان تو ہوگا

کہا ہم کرکٹ کھیلیں
کہا تم کرکٹ کھیلو
کہا عمران کا ڈر ہے
کہا عمران تو ہوگا

کہا بازار کو جائیں
کہا بازار کو جاؤ
کہا شیطان کا ڈر ہے
کہا شیطان تو ہوگا

کہا ہم کھیت کو جائیں
کہا تم کھیت کو جاؤ!
کہا دہقان کا ڈر ہے
کہا دہقان تو ہوگا

کہا ہم مسجد کو جائیں
کہا تم مسجد کو جاؤ
کہا "امام" کا ڈر ہے
کہا امام تو ہوگا!

از: مولانا محمد عبدالحق چوہان

شیخ الصحابہ رضی اللہ عنہ

"علی اکبر" سبائی تبرائی کی کتاب "شیخ سقیفہ" غلاظت کی پوٹ ہے

آخری قسط

اس کے بعد وہ لعین مصنف (ایکے از دُم بریدہ سگانِ سبائیہ و روافض) لکھتا ہے:

"علی ابن ابی طالب کا حق غصب کر لیا اور اپنی خلافۃ کو مستحکم کرنے کے لئے جبر و تشدد سے کام لیا"

خلافۃ کے متعلق حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق کی دو ہی صورتیں متصور ہو سکتی ہیں یا تو اس بنا پہ خلافۃ بلا فصل کے مستحق تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کے متعلق وصیت تھی یا بر بنائے قرابۃ اور رشتہ داری کے۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو یہ واقعہ اس احتمال کی تکذیب کرتا ہے کہ جس یوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی صبح کو آپ کی طبیعۃ بظاہر رو بصحۃ تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپکی طبیعت کے متعلق دریافت تو آپ نے فرمایا:

"الحمد للہ اب طبیعت ٹھیک ہے"۔ اسی دن حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ "میں اطلاعات سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا صحت یاب ہونا مشکل ہے۔ اس لئے آؤ ملکر آپ سے امرِ خلافۃ کے متعلق دریافت کریں اگر ہمارے لئے ہے تو ٹھیک اور اگر کسی غیر کے لئے ہے تو پھر آپ کو وصیۃ کریں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

انی واللہ لا افعل واللہ لئن منعناہ لا یؤتیناہ احد بعدہ۔

[ابن هشام ص۶۵۴ ج ۲]

خدا کی قسم! میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے خلافۃ طلب کرنے کا کام ہرگز نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر آپ نے ہمارے متعلق منع فرما دیا تو آپ کے بعد یہ امرِ خلافۃ کوئی شخص بھی ہمارے سپرد نہیں کرے گا۔

اگر قاتلِ اسلام ملعون عبداللہ ابنِ سبا یہودی اور اُس کے متبعین کے عقیدۂ باطلہ کے مطابق یہ بات ہوتی کہ:

کان یقول ان علیاً وصی محمد وقد غصبہ من ولی قبلہ حقہ

عبداللہ ابنِ سبا یہودی کہتا تھا کہ علی خلافۃ کیلئے محمد کے وصیت کردہ نائب ہیں اور جو شخص ان سے پہلے خلافۃ

فالواجب علی المسلمین ان یقوموا الاعادة الی اهله۔
[اتمام الوفا ، ص۱۸۴]

کا متولی ہوا ہے اس نے علی کے حق کو غصب کیا ہے اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ علی کے اس حق کی واپسی کے لئے اس وقت تک تحریک چلاتے رہیں جب تک کہ حق بحق دار تک نہ پہنچ جائے

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب ہرگز نہ دیتے بلکہ آپ یہ فرماتے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق امرِ خلافت کی وصیت فرما چکے ہیں۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" لہٰذا نہ ہی حضرۃ عباسؓ سے اس قسم کی گفتگو فرماتے۔ اور اگر استحقاق خلافت رشتہ داری اور قرب و قرابت داری کے باعث تھا تو اسکے اندر بھی دو احتمال ہیں یا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان سسر اور داماد ہونے کا رشتہ تھا تو اس لئے آپ خلافت بالفصل کے مستحق تھے۔ ہم کہتے ہیں بعینہٖ یہی رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا۔ تو پھر استحقاق خلافت صرف حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیوں مخصوص ہے ؟ یا اس لئے کہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ اگر یہ رشتہ داری موجب استحقاق ہے تو پھر یہ استحقاق حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہوتا ہے نا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے کیونکہ یہ رشتہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے لئے بالواسطہ ہے اور حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ کیلئے بلا واسطہ اور بالذات۔

پھر ایک جگہ ایک تاریخی حقیقت کی تحریف کرتے ہوئے لکھتا ھے :

نیابتِ رسول کا ایک موقع ملنے والا تھا کہ وحی نازل ہو گئی اور سورۃ براۃ کی تبلیغ کا جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا وہ واپس لے لیا گیا حکم خدا تھا کہ یہ کام خود رسول صلعم کریں یا وہ کرے جو ان ہی میں سے ہو۔ چنانچہ یہ فرض آنحضرت نے اپنے بھائی جناب علی مرتضیٰ کے سپرد کیا۔" ص۱۶۵

اور اصل واقعہ اس طرح ہے کہ سنہ ۹ ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ ابو بکر کو "امیر الحج" بنا کر بھیجا اور انکی روانگی کے بعد "سورۃ براۃ" کا نزول ہوا اور اس میں چند خصوصی احکام نازل ہوئے۔ جن کا موقع حج پر اعلان ضروری تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان اور تبلیغ احکام کیلئے ان کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کیونکہ اس وقت کے دستور کے مطابق اس طرح کا اعلان اس وقت معتبر سمجھا جاتا تھا جب کہ اعلان کرانے والے شخص کی طرف سے اس کے خاندان کا کوئی فرد اعلان کرے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعلان کے

لئے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ یہ روانگی حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارتِ حج کے منصب کی معزولی کی بنا پر نہیں تھی جیسا کہ صاحب کتاب "شیخ سقیفہ" کے مصنف ابن سبا یہودی کے روحانی اور معنوی فرزندِ بد تمیز نے سمجھا ہے اور موثق صریح روایات بالکل اس بے بنیاد نظریہ کے خلاف ھیں۔

فخرج علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ۔ علی ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العضباء حتی ادرک ابابکر بالطریق قال امیر ام مأمور فقال بل مأمور ثم مضیا فاقام ابوبکر للناس الحج۔

[ابن ھشام ص۵۴۵۔۵۴۶ ج۲]

حضرۃ علی رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی پر روانہ ہوئے حتی کہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو راستہ میں مل گئے۔ جس وقت حضرۃ ابوبکر نے حضرۃ علی کو دیکھا [تو انکی اچانک اور خلاف توقع آمد کو اہم محسوس کر کے] دریافت کیا کہ: امیر بن کر آئے ہو؟ یا تابع بن کر تو حضرت علی نے فرمایا کہ تابع ہو کر ہی آیا ہوں اس کے بعد دونوں [مکہ کیلئے] روانہ ہو گئے [تو وہاں پہنچ کر] حضرۃ ابوبکر رض نے لوگوں کیلئے حج کا انتظام کیا۔

ملعون دوران "خاندانی حالات" کے زیر عنوان تحریر کرتا ہے:

آپ کے والد محروم عثمان ابو قحافہ تھے عام کفار کی طرح یہ بھی بت پرستی کرتے تھے۔ بیٹے نے اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے کوئی پرواہ نہیں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدعان کے دسترخوان کی مکھیاں اڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی اس کے باوجود حضرۃ ابوبکر نے انکی کچھ کفالت نہیں کی ہجرۃ کی تو ساری دولت سمیٹ لے گئے ابو قحافہ فکرمند ہوئے تو پوتی نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور ٹھیکروں کے ایک ڈھیر پر لے گئی جس پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی۔ پوتی نے دادا کا ہاتھ ٹھیکروں پر رکھ کر یقین دلایا کہ دولت موجود ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ نے بھی دوسروں کی طرح اسلام قبول کر لیا۔" [ص۱۱]

اس عبارۃ میں بھی سبائی فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے مروتی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے والد کی غربت کا احساس کئے بغیر پوری دولت سمیٹ کر لے گئے تھے اور ساتھ ہی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ان کے والد "السابقون الاولون" کے زمرہ میں شامل نہیں ھیں۔

یہ درست ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے والد ماجد شرف اور قبول اسلام کے لحاظ سے "السابقون الاولون" میں شامل نہیں ہیں۔

لیکن "صحابیۃ" کا شرف پھر بھی انہیں حاصل ہے اور اسی مرتبہ کے لحاظ سے بنصِ قرآن مجید، رضوان ایزدی کی دولتِ لازوال انھیں حاصل ہے۔ والد کے اولاً اسلام نہ لانے پر حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا اعتراض ہے۔ جبکہ حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب عبدمناف کی حالتِ کفر پر موت کی وجہ سے ان کے مناقب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

ان الصحیح من الاوثر قد اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرک۔ — بے شک صحیح خبر اور روایۃ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ابوطالب کی وفاۃ کفر اور شرک پر واقع ہوئی۔

[الروض الانف ص۲۵۸ ج ۱]

حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر بھی یہ فضیلۃ حاصل ہے کہ اُن کے والد صحابی ہیں۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد شرف اسلام سے بھی محروم تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بے مروّتی کا تاثر ثابت کرنے کیلئے یہ کہنا کہ

"حضرۃ ابوبکرؓ نے ان کی کچھ اچھی کفالت نہیں کی ھجرۃ کی تو ساری دولت لیتے گئے"

یہ بھی غلط ہے حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مویشی بھی تھے جو کہ ان کے والد کی کفالت کیلئے کافی تھے اور اس وقت اھل عرب کا معیشت کی مدار ہی جانوروں پر تھا۔ اور جمع شدہ دراھم اگر وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر خرچ کرنے کیلئے لے گئے تھے اور یہ ان کی قربانی "فی سبیل اللہ" اور "لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا" کے جذبۂ خیر کے تحت تھی اور بنص قرآن مجید یہ عمل صفتِ مدحۃ ہے نہ کہ مذمۃ لیکن کوربصر سبائی کو ہر روشنی تیرگی ہی نظر آتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ خود حضرۃ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکی کفالت کیلئے مستقل انتظام کیا ہوا تھا اور ھجرۃ کے وقت گھر میں موجود دولت کے لے جانے سے انکی کفالت پر کسی قسم کا اثر مرتب نہیں ہوا تھا۔ حضرۃ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایۃ ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

لماخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ — جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھجرۃ کے سفر پر روانہ ہوئے

وسلم وخرج ابوبکر معه
احتمل ابوبکر ماله کله۔ ومعه
خمسة آلاف درهم او ستة
آلاف۔ فانطلق بها معه
قالت فدخل علینا جدی ابو
قحافه وقد ذهب بصره۔ فقال
واللہ انی لاراه قد فجعکم
بماله مع نفسه۔ قالت
قلت کلا یا ابت! انه قد
ترک لنا خیراً کثیراً قالت
فاخذت احجاراً فوضعتها فی
کوة فی البیت الذی کان ابی یضع ما
له فیها۔ ثم وضعت علیها ثوباً ثم
اخذت بیده فقلت یا ابت ضع
یدک علی هذا المال۔ قالت فوضع
یده علیه۔ فقال لاباس۔ اذا کان
ترک لکم هذا فقد احسن۔ وفی هذا
بلاغ لکم۔

[سیرۃ ابن هشام صفحہ ۴۸۸ ج ۱]

توحضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اور حضرۃ ابوبکرؓ
اپنا پورا سرمایہ ساتھ لے گئے اور آپکے پاس پانچ ہزار
یا چھ ہزار درہم تھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے دادا جان
حضرۃ ابوقحافہ آئے اور اس وقت وہ ظاہری بینائی سے
محروم تھے اور آپ نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں
کہ ابوبکر کے پورا سرمایہ لیجانے سے تمہیں پریشانی لاحق
ہوگی۔ میں نے جواباً کہا کہ ہرگز نہیں وہ تو بہت
سامال چھوڑ گئے ہیں اور فرماتی ہیں کہ میں نے چھوٹے
سنگریزے لیکر اس جگہ پہ رکھ دیئے جہاں میرے
والد صاحب مال رکھتے تھے اور ان پہ کپڑا ڈال
ڈال دیا اور اس کے بعد میں نے دادا کا ہاتھ
پکڑا اور ان سنگریزوں پہ رکھ دیا۔ اور کہا
کہ یہ مال ہے اس پر انہوں نے کہا کہ پھر تو کوئی
حرج نہیں۔
اگر اتنا مال وہ تمہارے لئے چھوڑ گئے ہیں
پھر تو انھوں نے بہتر کیا ہے اور اس میں تمہارے
لئے کفالت ہے۔

اس عبارۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی پریشانی انکو اپنی ذات کیلئے نہیں تھی بلکہ حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کے لئے تھی لیکن اُن کے اہل و عیال " توکل علی اللہ " اور "محبتِ رسول" کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے انہیں اس بات پہ ذرہ برابر بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تھی اور

علی اکبر کا یہ لکھنا کہ :

"مفلسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن جدون کے دسترخوان کی مکھیاں اُڑاتے تو روٹی نصیب ہوتی۔"

انتہائی رذالت کا اظہار ہے۔ یہ شخص عبداللہ بن جدون نہیں بلکہ "عبداللہ بن جدعان" ہے اور رشتہ کے اعتبار سے یہ حضرت ابوقحافہ کا چچا زاد بھائی ہے (کیونکہ یہ جدعان کا بیٹا ہے اور جدعان عمرو کا بیٹا ہے۔ اور حضرۃ ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عامر ہے اور عامر، عمرو کا بیٹا ہے) اور عرب کے اندر اس شخص کی سخاوت مشہور تھی اور اس کے پیالے وسعت اور عظمتِ حجم کے اعتبار سے "ضرب المثل" تھے اگر بالفرض حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ اس کے دسترخوان پہ موجود ہوتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھرانہ اور ایک ہی خاندان ہے اور اگر بالفرض والد کا افلاس بیٹے کے مناقب میں موجب نقص ہے تو پھر حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب بھی مفلس تھے اس لئے کہ تاریخ و سیر کی کتب میں حضرۃ نفیسہ بنت منیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :

قالت لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا وعشرین سنۃ ولیس لہ بمکۃ اسم الا الذین لما تکاعت فیہ من خصال الخیر۔ قال لہ ابوطالب یا ابن اخی انا رجل لا مال لی وقد اشتد الزمان علینا والحت علینا سنون منکرۃ ولیس لنا مادۃ ولا تجارۃ وھذہ عیر قومک قد حضر خروجھا الی الشام وخدیجۃ بنت خویلد تبعث رجالا من قومک فی عیراتھا فیتجرون لھا فی مالھا ویصیبون منافع۔ فلو جئتھا فوضعت

سیدہ نفیسہ کہتی ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کی عمر کو پہنچے اور اس وقت آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تکمیل ہو چکی تھی۔ آپ کو ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کے لئے کوئی مال نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت قحط سال کا دور دورہ ہے۔ ہمارے لئے نہ کوئی مال ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تجارۃ ا تیری قوم کا یہ قافلۂ تجارۃ شام جانے کے لئے تیار ہو چکا ہے اور اس کی روانگی کا وقت آگیا ہے۔ اور خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو تجارتی قافلوں میں روانہ کرتی ہے اور وہ لوگ اس کے لئے تجارتی کاروبار کرتے ہیں جس میں

لفسك عليها لا سرعت اليك و
فضلتك على غير لما يبلغها عنك
من طهارتك وان كنت لاكره
ان تاتى الشام و اخاف عليك
من يهود -

[عيون الاثر صـ ۴۵-۴۶ ج ۱]

انھیں منافع حاصل ہوتے ہیں۔ اگر تو اس کے پاس جائے اور تجارتی کام کرنے کے لئے اپنی آمادگی ظاہر کرے تو وہ دوسرے لوگوں پر تجھے ترجیح دیگی کیونکہ تیری پاکیزگیٔ اخلاق کا اُسے بخوبی علم ہے۔ اگرچہ میں اس بات کو ناگوار محسوس کرتا ہوں کہ تم شام کی طرف جاؤ۔ کیونکہ یہود کے نقصان پہنچانے کا مجھے خوف ہے۔

اصغر

غور فرماؤ، لوکو!

تے تسی کھنڈ دے رونے پیئے روندے او
عنقریب حکومت اعلان کرنا
ملک وچ غریب نئیں رہن دینا
یعنی سارے غریب ہیں مار دینے نیں
ہر اک کپڑا ہو گیا بہت مہنگا
گلا قوم دا اجے نہیں کٹ ہویا
گریبان اندر جھاتی مار کے تے
گل کہن نوں اصغر نئیں جی کردا

اجے آٹے دی خیر مناؤ ، لوکو
آٹا نئیں لبدا ، فاقے کھاؤ لوگو
ایس گل تے غور فرماؤ لوکو
بنا کفن دے جاؤ ، دفناؤ لوکو
ننگے رہ کے فیشن اپناؤ لوکو
دوڑ ہور تیزی نوں پاؤ لوکو
اپنیاں کیتیاں اُتے شرماؤ لوکو
ڈُب جاؤ لوکو! او مر جاؤ لوگو

عبدالناصر مہاجر ایرانی ممبر سازمانِ اہلِ سنت ایران

ایران کے ۳۳ فی صد سُنّی مسلمان ـــــــــ

نہ ملازمتیں، نہ مسجدیں، نہ مدرسے

ان کے لیے پُورا ایران جیل خانہ ہے

ایرانی اہلِ سنت کے متعلق، باہر کے مسلمان بہت کم جانتے ہیں کہ اصل میں ان کی حالت کیا ہے؟ شاہ کے دور میں وہ کس حال میں تھے؟ اور انقلاب کے بعد وہ کس حال میں ہیں؟

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ باہر کے پریس خواہ مسلمانوں کے زیرِ نگین ہوں یا غیر مسلمانوں کے سب ہی نے ان کی حالتِ زار کو نظر انداز کیا ہے۔ غیر مسلمانوں کی عدم دلچسپی کی وجہ تو نمایاں ہے لیکن مسلمان اہلِ علم و قلم نے اس سلسلے میں جس بے حسی کا مظاہرہ کیا اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ روس ہو، برما ہو یا فلسطین، کشمیر ہو یا افغانستان، انڈیا ہو یا اریٹیریا جہاں بھی مسلمان رہتے ہیں، جب انہیں ظالموں نے ستم کا نشانہ بنایا تو ان کی صدا کے مظلومیت سُن کر عالمِ اسلام جاگ اُٹھا مسلمانوں کے ضمیر بیدار ہو گئے۔ ہر سطح پر ان کی حمایت و معاونت کی گئی، لیکن بدقسمت ہیں، واقعی بدقسمت ہیں، ایران کے ۳۳ فی صد سے زائد سنّی مسلمان کہ پانچ صدیوں سے ظلم و ستم کی چکی میں پسنے کے باوجود آج تک کسی مسلمان اور غیر مسلمان نے ان سے اظہارِ ہمدردی اور ان کی معاونت تو کجا، ان کی طرف اشارہ تک نہیں کیا!! پتہ نہیں واقعی ان کی بدقسمتی ہے یا عالمِ اسلام اور مسلمانوں کی مجرمانہ غفلت! خدا معلوم انہیں کس کی نظر کھا گئی ہے۔

ایران کے اہلِ سنت، فتحِ ایران سے لے کر دسویں صدی ہجری تک، اپنی بساط کے مطابق اسلام، عالمِ اسلام اور مسلمانوں کی خدمات انجام دیتے رہے۔ موجودہ دور کے درسِ نظامی کے الف ب سے لے کر انتہا تک یا بالفاظِ دیگر نحو میر سے لے کر بخاری تک کی اکثر درسی کتب ایرانی اہلِ سنت علماء کی خدماتِ جلیلہ اور قدرتِ قلم کا بیّن ثبوت ہیں۔

تفسیر میں، اصولِ تفسیر میں، حدیث میں، اصولِ حدیث میں فقہ میں، اصولِ فقہ میں، ادب میں، بلاغت میں، تاریخ میں لغت میں، سیرت میں، مغازی میں، طب میں، ریاضی میں، سائنس میں غرض اسلامی و عصری علوم و فنون میں ایران کے سُنّی اہلِ علم نے عالمِ اسلام کی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ دنیا کا کوئی کتب خانہ ان کی کتابوں سے خالی نہیں، لیکن تماشہ دیکھیے کہ آج انہی اہلِ علم کی سرزمین میں، تہران میں، کرمان میں، مشہد میں۔ غرض کسی شہر میں ان کے نیاز مندوں کو، ان کے پیروں کو مسجد بنانے کی بھی اجازت نہیں۔

آج اسلامی ممالک خاص طور پر پاکستان کے بہت سے اہلِ علم اور علامہ بھی ہم سے پوچھتے کہ: کیا واقعی ایران میں اہلِ سنّت بھی رہتے ہیں؟ راقم الحروف نے انقلابِ ایران کے تین سال بعد پاکستان میں صوبہ پنجاب کی ایک اہم اور معروف دینی درس گاہ میں داخلہ لیا۔ ایک استاد کو جب پتہ چلا کہ میں ایرانی ہوں تو تعجب سے پوچھنے لگے: "آپ سُنّی ہیں یا شیعہ"؟ میں نے کہا! کیا آپ کو میرے سُنّی ہونے میں شک ہے؟ فرمانے لگے: "ایران تو شیعوں کا ملک ہے، وہاں سُنّی کہاں ہیں"؟ مجھے بہت تعجب ہوا، ایک اہلِ علم، ایک معروف دینی درس گاہ کا استاد، جن کتابوں کو پڑھاتا ہے، ان کے مصنفین سب ایرانی سُنّی ۔ ۔ ۔ ۔ پھر بھی یہ سوالات!!!

جب میں نے غور کیا تو ان کو حق بجانب سمجھا، کیونکہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ایشیاء، افریقہ حتیٰ کہ یورپ کے طلبہ علمی پیاس بجھانے کے لیے ایران کا رُخ کیا کرتے تھے۔ آج انہی علاقوں اور اسی سرزمین کے ایک سرگشتہ و حیران طالب علم نے پنجاب کا رُخ کیا

ہے۔ اصل میں انہیں تعجب اسی پر ہونا چاہیے تھا، لیکن عصرِ حاضر کے بے شمار مسائل نے لوگوں کو ایسا اُلجھا دیا ہے کہ مقصد اور ہوتا ہے، زبان سے نکلتا کچھ اور ہے۔

ایران کے اہلِ سنت کے متعلق سب خاموش رہے اور ہیں (الا ماشاء اللہ) نہ علمائے کرام نے ان کی طرف توجہ دی، نہ دانشوروں نے کوئی نوٹس لیا، نہ اہلِ قلم و صحافت نے اس مسئلے میں دلچسپی لی۔ اربابِ سیاست کی تو کیا پوچھیے، بہت سے اہلِ علم و سیاست اور دینی و سیاسی تنظیموں کے ذمہ دار حضرات سے جب ہم نے اس سلسلے میں رابطہ کیا اور بات چیت کی تو کہنے لگے، ہمیں تو خبر ہی نہیں، آپ ہمیں لکھ کر دے دیں اور ہم سے رابطہ رکھیں، ہم حکومتی اور عوامی سطح سے آواز اٹھائیں گے لیکن ؟

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بہت سے اخبارات اور جرائد کے دروازوں پر بھی دستک دی۔ ہر جگہ یہی جواب ملا کہ اے بھائی صبر کریں حالات سازگار نہیں، ایران کے بارے میں لکھنا منع ہے۔ صبر کریں، حالات ٹھیک ہوں گے اور ۔ ۔ ۔ اور کئی ایک نے تو ابتداء ہی سے منفی جواب دے کر مایوس کر دیا۔

اب ہم ایک بار پھر جسارت کر کے ان سطور کی اشاعت کے لیے آپ کو زحمت دیتے ہیں اور آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے اپنے مسلمان بھائیوں سے چند سوالات کرتے ہیں اُمید ہے کہ قارئینِ کرام ہمارے ان سوالات پر غور کر کے اظہارِ ہمدردی فرمائیں گے یا اپنے طور پر اپنے پسندیدہ مجلات و جرائد کو ایک خط ہی کے ذریعے اپنے فریضے کی طرف توجہ دلائیں گے۔

۱۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ صفوی دورِ حکومت سے قبل ایران کی اکثریت (۹۵ فی صد) اہلِ سنت والجماعت تھی ؟

۲۔ کیا آپ کو خبر ہے کہ ظالم شیعہ حاکم اسماعیل صفوی نے سرکاری طور سے اہلِ سنت کو ایران سے مٹانے کی خونی تحریک چلائی اور لاکھوں اہلِ علم اور عام سنیوں کا قتلِ عام کر کے سنی اکثریت کو بزورِ شمشیر اقلیت میں بدل دیا۔

۳۔ کیا آپ کو علم ہے کہ موجودہ ایران میں ۳۰ فی صد اہلِ سنت رہتے ہیں ؟

۴۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ۳۰ فی صد اہلِ سنت ایران میں اپنے تمام جائز حقوق سے محروم ہیں ؟

۵۔ کیا آپ کو اطلاع ہے کہ موجودہ اسلامی حکومت میں اہلِ سنت کے بہت سے مساجد و مدارس بند کر دیے گئے ہیں؟

۶۔ کیا آپ اس سے بے خبر ہیں کہ ایرانی دارالحکومت تہران میں ۵ لاکھ اہلِ سنت مسجد بنانے سے محروم ہیں ؟

۷۔ کیا آپ کو خبر ہے "بندر لنگہ" شہر کی جامع مسجد پر جمعہ کے دن ایرانی پاسدارانِ انقلاب نے نماز کے وقت حملہ کر کے ۳۰ سے زائد سنیوں کو شہید اور کئی ایک کو زخمی کیا اور محراب کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا ؟

۸۔ کیا آپ کو اطلاع نہیں کہ انقلاب کے بعد سُنی صوبہ کردستان پر ہیلی کاپٹروں اور بمبار طیاروں سے ہموطنوں کو بے دردی سے تہ تیغ کیا گیا اور ہزاروں سنی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ؟

۹۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ: انقلابی گارڈ کے جیالوں نے جنہیں امام خمینی بیٹے کا خطاب دیا کرتے تھے، اہلِ سنت کے علاقے "ترکمن صحرا" میں گھس کر عام و خاص کا قتلِ عام کیا ؟

۱۰۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ اہلِ سنت کے بے شمار نوجوانوں کو اسلامی انقلابی حکومت نے منشیات فروش، مخالفِ انقلاب مفسد فی الارض ـــــ قرار دے کر تختۂ دار پر لٹکایا ہے ؟

۱۱۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہلِ سنت ایران کے بڑے راہنما علامہ احمد مفتی زادہ، صوبہ خراسان کے شیخ الاسلام علامہ محی الدین صوبہ بلوچستان ایران کے بے باک اور مشہور راہنما مولانا نظر محمد (سابق ممبر قومی اسمبلی خمینی کے دور میں) اہلِ سنت کی عظیم علمی شخصیت مولانا ڈاکٹر احمد میرزمن اور بہت سے اہلِ علم آج تک اسلامی جمہوریہ ایران کے خفیہ جیل خانوں میں موت و حیات کی زندگی گزار رہے ہیں ؟

۱۲۔ کیا آپ جانتے ہیں ۳۰ فی صد اہلِ سنت میں سے پورے ایران میں ایک وزیر، ایک جرنیل، ایک گورنر اور کوئی بھی بڑے یا درمیانے درجے کا عہدے دار نہیں ہے؟

۱۳۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک تمام سُنی بچے شیعہ فقہ و نظریات کے مطابق تعلیم حاصل کرتے ہیں، حتیٰ کہ سُنی اکثریتی صوبوں میں بھی ـــ اور ٹیچر بھی شیعہ ہی ہیں

۱۴۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے پڑوس ملک ایران میں اہلِ سنت ۳۰ فی صد ہونے کے باوجود اپنے تمام سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور تعلیمی حقوق سے محروم ہیں اور وہ بھی

بقیہ صفحہ ۵۴ پر

نقارۂ خدا

● —— کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لئے مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔ (سورۂ الاحزاب آیت ۳۶)

● —— وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دیدیں تو نماز کی پابندی کریں۔ اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ (سورہ الحج آیت ۴۱)

● —— سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت آئے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (سورۂ النور آیت ۶۳)

● —— پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔ (سورۂ مریم آیت ۵۹)

● —— اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جائے پھر وہ ان سے منہ موڑے ہمیں تو گنہگاروں سے بدلہ لینا ہی ہے۔ (سورہ السجدہ آیت ۲۲)

● —— اور جس نے انکار کیا پس تو اس کے انکار سے غم نہ کھا۔ انہیں ہمارے پاس آنا ہے پھر ہم انہیں بتا دیں گے کہ انہوں نے کیا کیا ہے بیشک اللہ دلوں کے راز جانتا ہے۔ ہم انہیں تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں پھر ہم انہیں سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ (سورہ لقمان آیات ۲۳، ۲۴)

● —— انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے حق میں بھلائی ہے ہم تو انہیں مہلت اس لئے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں زیادتی کریں اور ان کے لئے خوار کرنے والا عذاب ہے۔ (سورہ آلِ عمران آیت ۱۷۸)

زبان میری ہے بات اُن کی

خادم حسین

❁ کون کہتا ہے ۔ کیمونزم مر رہا ہے ۔ پہلے سے بہتر ہو کر دنیا میں مزید پھیل رہا ہے ۔

(سربراہ ۔ امریکی کیمونسٹ پارٹی)

اسے کہتے ہیں ۔ "کھسیانی بلی ۔ کھمبا نوچے !"

❁ ایران میں پچھلے سال ۵۰۰ افراد کو پھانسی دی گئی ۔ (ایک خبر)

ضیاء الحق شہید سے کوڑوں کو فسطائیت کا نام دینے والے اپنی جنم بھومی پر نظر ڈالیں ۔

❁ گورباچوف کے نظریات ، صوفیا سے ملتے جلتے ہیں ۔ (اسپیکر معراج خالد)

صوفی گورباچوف کے بارے میں صوفی معراج خالد کے تاثرات ۔

❁ پیپلز پارٹی نے ضیاء کو بھی کبھی گالی نہیں دی ۔ (وزیر مملکت مشتاق اعوان)

نیک لوگوں کی نیک باتیں !

❁ ہیڈ کانسٹیبل کی زیر قیادت ڈاکوؤں کا گروہ پکڑا گیا ۔ گروہ کے دو دیگر ڈاکو بھی پولیس افسر کے بیٹے ہیں

❁ ایس ایچ او سمیت پانچ پولیس والے اسلحہ سمگل کرتے ہوئے پکڑے گئے

❁ پولیس کی وردی میں ملبوس سات ڈاکوؤں نے تین گھر لوٹ لئے

(اس ماہ کی اہم خبریں)

ہ غنڈہ گردی کی حد کر دی ۔ چور بھی پہنے پھرتے ہیں وردی

❁ انگریزی تعلیم کو پہلی جماعت سے لازمی قرار دیدیا گیا ۔

مغرب زدہ لوگوں کا خطرناک منصوبہ !

❁ حنیف رامے دوبارہ پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے ۔ (ایک خبر)

کوثر نیازی کی غیرت کو کھلا چیلنج ۔

❁ ٹی وی پر کسی لیڈر کی کردار کشی نہیں کی گئی اور تفریح کے سلسلہ میں ہمیں دنیا کے ساتھ ساتھ چلنا ہے۔ (احمد سعید اعوان وزیر اطلاعات و نشریات)

نام دیکھو اور کام دیکھو!

❁ پامیلا نے توبہ کر لی۔ (ایک خبر)

وومن فریڈم موومنٹ کا بہت بڑا نقصان!

❁ مولانا احترام الحق تھانوی پھر پی پی میں شامل ہو گئے۔ (ایک خبر)

؎ شاید مجھے نکال کے کچھ کھا رہے ہوں آپ۔ محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں

❁ بلغاریہ، رومانیہ، پولینڈ، آذربائیجان، یوکرائن، لتھونیا اور دیگر روسی ریاستوں میں کمیونزم کا دھڑن تختہ۔ (خدا کے منکر خدا کے عذاب کی لپیٹ میں)۔ (اخباری تاثر)

؎ آ جائیں گے حالات کی زد پر تو کسی دن - ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

❁ حکومت نیشنل پریس ٹرسٹ توڑے گی نہ اس کے حصص منتقل کرے گی۔ (وکیل وفاقی حکومت)

تو کیا وزیر اعظم نے وزارتِ عظمیٰ کا آغاز ہی جھوٹ سے کیا تھا۔؟

❁ مجرم وزراء کے بنگلوں میں پناہ لیں تو امن کیسے ہو گا۔ (جتوئی)

مجرم وزراء کے بنگلوں میں بے وقوف ہی پناہ لیتے ہوں گے۔

❁ پیپلز پارٹی سیاست کو عبادت اور اسمبلیوں کو عبادت گاہیں سمجھتی ہے۔ (خورشید خان ایم پی اے پنجاب)

تو آپکی عبادت گاہوں میں ارکانِ اسمبلی کے ساتھ داشتاؤں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔؟

❁ ولی خان کو مسئلہ افغانستان کے حل کیلئے ذمہ داری سونپ دی گئی (ایک خبر)

گیدڑ کو خربوزوں کا رکھوالا مقرر کر دیا گیا۔

❁ ہماری پولیس سکاٹ لینڈ یارڈ سے کہیں آگے ہے۔ (آئی جی پنجاب کا دعویٰ)

کرائے وقوعہ سے بہت پہلے واردات کا پتہ چل جاتا ہے۔

❁ ایک سے زیادہ نکاح کرنا شیوہ پیغمبری ہے۔ (کھر)

اور سالی سے منہ کالا کرنا....؟ (لعنت بر پدرِ فرنگ!)

❀ دَو نوسر باز عورتوں نے خاتون کو بوٹی سونگھا کر پچیس ہزار روپے ہتھیا لئے۔ (ایک خبر)

وہ من بینک کی اہلکار معلوم ہوتی ہیں۔

❀ عدم اعتماد کے موقع پر جے یو آئی کو اڑھائی کروڑ کی پیشکش کی بات غلط ہے۔

(مولانا سراج دین پوری۔ پیپلز پارٹی)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

❀ پاکستان ٹیلی ویژن کسی غیر اسلامی ملک کا اِدارہ محسوس ہونے لگا ہے۔ (ایم ایس الف)

ڈوموں، میراثیوں کی حکومت میں یہی کچھ ہوگا۔ جناب!

❀ سندھ میں امن و امان ہے۔ (قائم علیشاہ)

ذرا قائم ہو کر بات کریں۔ شاہ جی!

❀ تحریکِ استقلال، پاکستان عوامی تحریک اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ میں

اشتراکِ عمل کا اِعلان۔ (ایک خبر)

صرف تحریک کا لفظ مشترک ہے۔ باقی ایک دہریہ، دوسرا پیر فرتوت

اور تیسرا سبائی تبرّائی۔

❀ آزر بائیجان میں مسلمانوں کی ہلاکت پر پاکستان کا اظہار افسوس (دفترِ خارجہ)

ے ساحل پہ تماشائی ہر ڈوبنے والے کا — افسوس تو کرتے ہیں اِمداد نہیں کرتے

❀ اپنا مارا ہوا شکار کھاؤں گا۔ (کھر)

کھوتا ڈیرے تے —— ساڈا ماہیا اوہ لگدا —— جہیڑا رہندا ہنیرے تے۔

❀ پولیس کا اے ایس آئی ڈاکوؤں کا سرغنہ نکلا، شہری، ڈکیتی کی رپورٹ درج کرانے

تھانے گئے تو وہاں ڈاکو۔ پولیس افسر کی وردی میں موجود تھا۔ (ایک خبر)

کیا پاکستان اسی لئے بنایا گیا تھا؟

❀ ایک خاتون ایوان میں دوپٹے اور چادریں آتی ہیں اور امریکی سفیر کے استقبال

میں دوپٹہ بھی نہیں ہوتا۔ (آمنہ بی بی۔ ایم این اے)

ایک چہرے پہ کئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ!

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

(جعفر بلوچ، لاہور)

جیسا اس تمکنت سے بندۂ آزاد افضل حقؒ
کہ دنیا آج تک کہتی ہے زندہ باد افضل حقؒ
کسی جابر کے آگے وہ جھکا سکتا نہ تھا گردن
یقیناً روحِ آزادی کا تھا ہمزاد افضل حقؒ
یمِ الحاد میں اٹھتی ہوئی سفاک موجوں سے
اُلجھ پڑتا تھا کہہ کر "ہر چہ باد اباد" افضل حقؒ
ہمیشہ مسلکِ بوذرؓ رہا پیشِ نظر اس کے
نظامِ زر کا تھا اک معتبر نقاد افضل حقؒ
بہاریں زندگی کی پھوٹتی ہیں آج بھی اس سے
وہ اسلوبِ نگارش کر گئے ایجاد افضل حقؒ
شمار اس کا ابھی تک ہو رہا ہے بے وفاؤں میں
ہے اب تک موردِ الزامِ بے بنیاد افضل حقؒ
امینِ صدق و حریت ہے بے شک نسلِ نو جعفرؔ
جسے اس عہدِ نا پرساں میں آیا یاد افضل حق

لاھور
ظفر اقبال

تحریک آزادی کے نامور سپہ سالار مفکرِ احرار

چودھری افضل حق رحمہ اللہ

کی یاد میں ایک تقریب

تحریک آزادی کے نامور سپوت مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی اڑتالیسویں برسی کے موقع پر ملک کے مختلف شہروں میں مجلس احرار اسلام کے کارکنوں نے اُن کی یاد میں تقاریب منعقد کیں اور ایصالِ ثواب کیلئے ختم قرآنِ کریم اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام کیا۔ اس سلسلہ میں دو اہم تقاریب لاہور میں منعقد ہوئیں
۸ رجنوری کو مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکنوں نے ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن میں ایک اجتماع منعقد کیا۔ جسمیں جناب ظفر فاروقی، رانا محمد فاروق، مولانا محمد یوسف احرار، میاں محمد ادریس اور اختر جنجوعہ نے مفکر احرار کی دینی قومی اور سیاسی وملّی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ مقررین نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ چودھری افضل حقؒ تحریک آزادی کا ایک ایسا سچا کردار ہے جس کے بغیر آزادی کی تاریخ نامکمل ہوگی انھوں نے دینِ اسلام کی تبلیغ، مسلمانوں میں انقلابی روح کی بیداری، فکری و سیاسی شعور کی بلندی اور نظریہ کے عملی اظہار کے لئے مجلسِ احرار اسلام کے اسٹیج سے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ وہ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے عظیم ساتھی اور معتمد تھے۔ چودھری صاحب سراپا احرار تھے اور احرار کارکنوں کو منظم و متحرک دیکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنے جلیل القدر رفقاء احرار کے ساتھ مِلکر غریب اور مفلس مسلمانوں میں جذبۂ حریت بیدار کیا اور انہیں دینِ اسلام کے عملی اظہار کیلئے آمادہ و تیار کیا۔ احرار کارکنوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ چودھری افضل حق کے فکر اور جدوجہد کو زندہ رکھا جائے گا۔ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کیلئے اپنی محنت جاری رکھے گی۔ تقریب کے اختتام پر ایصالِ ثواب کیلئے تلاوتِ قرآن کریم اور دعاءِ مغفرت کی گئی۔

علاوہ ازیں "نیشنل تھنکرز فورم" کے زیرِ اہتمام ۱۰ رجنوری کو پاکستان نیشنل سنٹر میں ایک سادہ

مگر پر وقار تقریب ممتاز دانشور پروفیسر اشفاق علی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جبکہ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" کے مدیر سید محمد کفیل بخاری خاص مہمان تھے۔ قاری عبدالقیوم صاحب کی تلاوتِ کلام مجید سے تقریب کا آغاز ہوا، دریں میان محمد اویس نے ترانۂ احرار سنایا۔ جناب پروفیسر اشفاق علی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ اس تقریب میں حاضری میرے دل کی تقویت کا باعث بنی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۳۵ء کے زمانے میں جب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی تقریر ہوا کرتی تو سرخ وردیوں میں ملبوس احرار کارکنوں کے جوان قافلے ھزاروں کی تعداد میں قطار اندر قطار مارچ کرتے ہوئے جلسہ گاہ میں نظر آتے وہ شاہ جی کی تقریر سننے کیلئے بیقرار ہوتے اور عوام کا ایک سمندر جلسہ گاہ میں اُنکی خطابت کا اسیر ہو کر ساکت ہو جاتا۔ اُن کی تقریر شعلۂ جوالہ ہوتی تھی جس سے سب روشنی حاصل کرتے۔ لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر سرِ شام احرار کے جلسوں میں پہنچ جاتے اور شاہ جی کی تقریر صبح کی اذان پر ختم ہوتی تو وہ گھروں کو لوٹتے۔ وہ تمام رات لوگوں سے ہمکلام رہتے لوگ گوش بر آواز رہتے۔ کبھی رُلاتے اور کبھی ہنساتے۔ میں نے اُنہی دنوں مُفکرِ احرار چودھری افضل حق کا نام سنا وہ احرار کے صفِ اوّل کے رہنما تھے اور شاہ جی کے دستِ راست، لوگ اُن سے محبت کرتے تھے اور وہ اِنھی لوگوں کو ساتھ لیکر آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے فکر وعمل سے برصغیر کی محکوم قوم میں حرّیت کی روح پھونکی۔ غیر جانبدار مؤرخ تحریکِ آزادی میں اُنکی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وہ بیشمار صلاحیتوں کے امین تھے۔ مجاہد آزادی، سچا مسلمان، مبلّغ، صاحب طرز ادیب وانشاء پرداز ہونے کے ساتھ ساتھ دردِ دل رکھنے والے عظیم انسان تھے۔ اُنہوں نے مسلمان قوم کے غریب ومفلس، مزدور، کسان، اور پسے ہوئے طبقات میں خود اعتمادی بحال کر کے اُن کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کی زبردست کوشش کی۔ اُنہوں نے مجلسِ احرار کے اسٹیج سے بہادر، غیرت مند اور دین پسند مسلمانوں کی زبردست قوت کو منظم کر کے برصغیر کی سیاسی فضا میں ھلچل مچادی اور انگریزی حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ آج ان نوجوانوں کو افضل حق کی یاد میں محو دیکھ کر سوچتا ہوں کہ وہ کتنے بڑے انسان تھے اور کتنے سچے مسلمان تھے جن کے فکر وعمل نے مسلمان نوجوانوں میں جذبۂ آزادی بیدار کر کے انہیں دیوانہ بنا دیا اور وہ انگریز سے آزادی حاصل کرنے کا فیصلہ کر کے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ آج بھی نوجوان اُنکی جدّوجہد اور فکر کی شعاعوں سے منوّر ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے خلوص، ایثار اور وفا کی بدولت زندۂ جاوید رہیں گے۔

تقریب کے خاص مہمان نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ مفکرِ احرار افضل حق کی شخصیت ایک عہد اور ایک اِدارہ ہے جس نے مسلمانوں کی فکری و اِعتقادی تربیت کے ساتھ ساتھ اُن میں خودداری غیرت اور جرأت پیدا کی۔ انہوں نے مسجد و مدرسہ کو اجتماعی زندگی کا حصّہ بنایا۔ اُن کی زندگی مقصدیت سے بھرپور ہے۔ افضل حق ایک مشرقی آدمی تھے۔ وہ جھکنے والے نہیں تھے، اُنہوں نے اپنی استقامت سے دین دشمن اور سامراج ٹولہ کو ہلکان کر دیا۔ انگریزی اقتدار کی چولیں ڈھیلی کردیں۔ وہ آفتوں اور مصائب سے یوں ٹکرائے کہ انہیں پاش پاش کر دیا۔ زندگی کو اُن پر ناز تھا۔ افضل حق اپنے فکر کا خود سب سے بڑا حوالہ ہیں۔ اُن کی تصانیف اُن کے فکر و نظر کی شاہد و عکاس ہیں۔ سید کفیل بخاری نے کہا کہ بعض کم علم لوگ بڑی شخصیتوں کے فکر و نظریہ کو پیش کرتے ہوئے اسمیں اپنا خبثِ باطن شامل کر دیتے ہیں۔ ایسے نام نہاد دانشوروں کے پیشِ نظر دو سطحی مقاصد ہوتے ہیں:

۱۔ شخصیتوں کے حوالے سے سستی شہرت حاصل کرنا۔

۲۔ اُن کے افکار میں تحریف کر کے جھوٹ بولنا اور ذہنی اِنتشار پیدا کرنا۔

مفکرؒ خود اپنے افکار کا شارح ہوتا ہے اور اس کا فکر اسکی عملی زندگی میں موجزن ہوتا ہے۔ افضل حق رح اپنے افکار کی تشریح کے لئے قلم فروش دانشوروں، زر پرست مؤرخوں، شکم پرور محققوں اور دین بیزار ترقی پسندوں کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے فکر کا خود مناد ہے۔ وہ نہ تو دین بیزار ترقی پسند تھے اور نہ تقلیدِ جامد کے حامی۔ وہ اوّل و آخر دین پسند تھے اور وہ اسلام ہی کو دنیا کا سب سے زیادہ ترقی پسند دین سمجھتے تھے انکی تمام زندگی دینی حوالوں سے مربوط ہے۔ اُن کا عقیدہ و فکر اُن کی تحریروں میں واضح ہے۔ انھیں کمیونسٹ کہنا بہت بڑا جھوٹ اور تہمت ہے وہ ایک پروگریسو مسلم انقلابی مُفکر تھے۔ ان پر کمیونسٹ کی تہمت لگانے والے اُن کا یہ قول بھول جاتے ہیں کہ "ابھی کمیونزم نے اسلام سے بہت کچھ سیکھنا ہے"۔ وہ جہاں ترقی پسندی بات کرتے ہیں۔ وہاں پانچ وقت نماز باجماعت کے اہتمام کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے مسلمان نوجوانوں کو اپنی صحت پر بھرپور توجّہ دینے کی نصیحت کرتے ہیں۔ چودھری افضل حق نے معاشرے کی تمام بیماریوں اور انسانی بے راہ روی کو "اللہ سے بغاوت اور دین سے بیزاری" کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ وہ خدا پرست ترقی پسند تھے۔ انہوں نے احرار کارکنوں میں آزادی سے زندہ رہنے اور غلامی سے بغاوت کے بر ملا اعلان کا حوصلہ، شعور اور جذبہ پیدا کیا۔ وہ انسانوں سے محبت کرنے

والا ایک انسان تھا جس نے اسی محبت سے ٹوٹے ہوئے دلوں میں خود کو آباد کر لیا تھا۔ حدیث قدسی ہے" انا عند منکسرۃ القلوب"۔ اللہ فرماتے ہیں میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں افضل حق بھی خدا کی بستی میں رہنا پسند کرتے تھے۔ مجلس احرار اسلام ہی ان کے افکار کی صحیح ترجمان ہے افضل حق کی احرار سے وفا کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے دفتر احرار میں ہی موت کو لبیک کہا اور وہیں سے اپنے غریب اور وفادار دوستوں، کارکنوں کے دوش پر سوار ہو کر قبرستان میانی صاحب میں محو خواب ہوئے۔ افضل حق عظیم مفکر، مصلح، سیاست دان، مبلغ، ادیب دانشار پرداز اور غریبوں کے غم گسار تھے

مولانا محمد سعید الرحمان علوی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مفکر احرار نے ایک دنیا کو اپنے رشحات فکر سے سیراب کیا ہے۔ آپ کی تحریروں میں محض ادب کی چاشنی ہی نہیں بلکہ دین اسلام کے آفاقی پیغام کو دنیا تک پہنچانے کا احساس بھی ہے۔

جناب شہرت بخاری نے کہا کہ کم سنی میں والد مرحوم کے ساتھ دہلی دروازہ کے باہر احرار کے جلسوں میں جایا کرتا تھا۔ میں نے چوہدری صاحب کو کئی جلسوں میں سنا مجھے اُن کا سراپا یاد نہیں لیکن سُن کر یاد رہ جانا اُن کی عظمت کی دلیل ہے۔ اُن کی خطابت میں بلا کی کشش تھی۔ میں نے شعور سنبھالا تو اُن کی کتابوں کے حوالے سے انھیں زیادہ جانا اور پہچانا۔ مجھے ابوالکلام آزاد بھی اسی طرح اچھے لگتے ھیں جس طرح قائداعظم۔ خطابت کے معاملہ میں میرا ذوق شروع سے لطیف ہے۔ میں نے مولانا آزاد، قائداعظم اور دیگر بڑی شخصیتوں کو سُنا۔ مگر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے زیادہ پُرکشش شخصیت رکھنے والا کوئی مقرر نہ دیکھا نہ سُنا۔ ۱۹۴۷ء تک اُن کی خطابت کا راج تھا۔ وہ ایک شعلہ بیاں مقرر تھے۔

چوہدری افضل حق پولیس انسپکٹر کی حیثیت سے **شاہ جی** کی تقریر نوٹ کرنے آئے تو اُن کے سحر خطابت کا شکار ہو گئے۔ شاہ جی نے افضل حق کا دل و دماغ بدل دیا۔ انہوں نے پولیس کی وردی اُتار کر آزادی کے کارکنوں کی وردی پہن لی اور ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ وہ تخت سے اُتر کر تختے پر پہنچ گئے۔ مجلس احرار اسلام سے کسی کو اتفاق ہو نہ ہو لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس جماعت سے زیادہ کوئی جماعت مقرر پیدا نہ کر سکی۔ چوہدری افضل حق نے آزادی کی تحریک میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور ہر دکھ کو سینے سے لگایا وہ صاحب طرز ادیب بھی تھے۔

کہا جاتا ہے کہ جو اَدب پارہ اپنے آپ کو پڑھنے پر مجبور کرے وہی بڑا اَدب ہے۔ باقی تو الفاظ کا ضیاع ہے۔ افضل حق نے مقصدی اَدب کے فروغ کیلئے عظیم علمی سرمایہ فراہم کیا ہے۔

ان کی تصنیف "زندگی" اُردو اَدب کی بہترین کتاب اور مقصدی اَدب کی ایک کڑی ہے۔ امیرِ شریعت کو افضل حق کی وفات کا بڑا صدمہ تھا۔ وہ ہر تقریر میں اُن کا ذکر بڑی محبت سے کرتے۔ آج مجھے خوشی ہے کہ نوجوانوں نے اُنہیں یاد کیا ہے وہ آزادی کے محسنوں میں سے تھے۔ ہم نے اُنھیں بھلا دیا اس لئے منزل ہم سے دور ہوگئی۔ اِن چراغوں کو روشن رہنا چاہیئے انہی سے راستے منوّر ہوں گے میں افضل حق کو ایک "زندگی" کے حوالے سے' دوسرا شاہ جی کے دستِ راست کی حیثیت سے پہچانتا ہوں اور جانتا ہوں۔ شاہ جیؒ کے بقول وہ اَحرار کا دماغ تھے ــــ

جناب نثار عثمانی نے کہا کہ مجھے ان شخصیتوں کے حوالے سے آزادی سے قبل کا دور یاد آتا ہے جب کالج کے ایک طالب علم کی حیثیت سے سیاست کو قریب سے دیکھا ــــ تب سیاست میں زرپرستی گٹھ جوڑ اور منافقت نہیں تھی۔ اس میدان میں اُترنے والے اکثر و بیشتر علم و ادب میں زیادہ دلچسپی لینے والے تھے۔ با اُصول اور باکردار تھے۔ چودھری افضل حق اُسی گروہِ احرار کے علمبردار تھے۔ اُن سے ملنے کا اِتفاق نہیں ہوا۔ مگر اُن کی جدوجہد اور اَفکار کے حوالے سے اُن کے بارے میں ایک تأثر اُبھرتا ہے کہ انہوں نے قدرت کا مشاہدہ قریب سے کیا، نچلے طبقے کے مسائل کو قریب سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اُنکی کتابوں میں حقیقت پسندی ہے، جنگِ آزادی میں اُن کی قربانی' ایثار اور خلوص اپنی جگہ قابلِ قدر ہیں ــــ اُن کی تحریریں مستقبل کی بصیرت کا پتا دیتی ہیں وہ ایک سچے مسلمان تھے، عظیم انسان تھے۔

چودھری صاحب مرحوم کے فرزند جناب قمرالحق پاشا نے کہا کہ میرے والد مرحوم نے ۱۹۲۱ء میں سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ساڑھے سات برس جیل میں گذارے۔ فاقے کاٹے۔ مصائب برداشت کئے۔ جیل میں تشدد سے اُن کا دایاں بازو مفلوج کر دیا گیا۔ سُرمہ کھلا کر گلا بند کر دیا۔ جس سے اُن کی آواز بیٹھ گئی۔ پھر انہوں نے بائیں ہاتھ سے لکھنا سیکھا اور عمر بھر اُلٹے ہاتھ سے لکھتے رہے۔

وہ انگریز کی غلامی سے نجات اور اسلام کی حکمرانی کے سوا کچھ نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے عظیم مقاصد کے حصول کیلئے اپنی ذات کو کبھی نُمایاں نہیں کیا بلکہ کارکنوں کو اپنی جگہ دیتے اور حوصلہ افزائی کر کے انہیں آگے لاتے۔ تحریکِ آزادی، سیاست اور اَدب کی جب بھی بات ہوگی افضل حق

تاریخ کا ایک زندہ روشن کردار نظر آئے گا۔

سبط الحسن ضیغم نے کہا کہ تحریکِ آزادی میں مجلس احرارِ اسلام کا کردار سب جماعتوں سے منفرد ہے۔ اس جماعت میں سید عطاءاللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق اور مولانا گل شیر شہید جیسے عبقری لوگ تھے جنہوں نے ملک و قوم اور نظریہ کیلئے سب کچھ قربان کر دیا۔ مجلس احرار اسلام برصغیر کی واحد انقلابی جماعت ہے جس نے انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف دینی و سیاسی نقطۂ نظر سے فوجی بھرتی بائیکاٹ تحریک چلائی۔ جبکہ کانگریس جیسی بڑی جماعت بھی اس موقع پر خاموش رہی۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں خالد لطیف گابا بھی اُمیدوار تھے۔ وہ علامہ اقبال کے پاس گئے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اگر الیکشن جیتنا ہے تو احرار کے افضل حق کے پاس جاؤ۔ وہ دفتر احرار آیا تو افضل حق کو سادہ لباس میں دفتری کاموں میں مصروف دیکھ کر پہچان نہ سکا۔ واپس جاکر اقبال سے حلیہ بیان کیا کہ وہاں افضل حق تو نہیں کوئی کارکن دفتر کی صفائی اور دیگر کاموں میں مصروف تھا۔ اقبال نے کہا ظالم وہی تو افضل حق ہے جاؤ اور اس کے جاکر پاؤں پکڑ لو۔ مجلس احرار نے مسلمانوں کو برابری اور عدل و انصاف کا درس دیا۔ مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا اور تمام مکاتب فکر کو ایک اکائی میں جمع کیا اُخوت و اتحاد کی فضا قائم کی۔ یہی افضل حق کا مشن تھا۔ بلاشبہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ مخلص قومی راہنما تھے، بہترین ادیب تھے۔ انہوں نے سیاست کے ساتھ ساتھ اُردو ادب کی زبردست خدمت کی۔ اُن کی کتاب "محبوبِ خدا" سیرت کی بیشمار کتابوں پر بھاری ہے اور اُن کی نجات کیلئے کافی ہے۔

جناب ظفر فاروق نے کہا کہ افضل حق نے تمام زندگی حکومتِ الٰہیہ کے قیام، انسانی غلامی سے نجات سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مظالم کی بیخ کنی، دینی اقدار کے تحفظ و بقاء اور اسلام کے استحکام جیسے اہم مقاصد کیلئے زبردست جدوجہد کی۔

تقریب کے میزبان عباس نجمی نے کہا کہ ہمارے ہاں المیہ ہے کہ آزادی کے ہیرو اور سچا کردار حکومتی پالیسیوں اور وقتی مصلحتوں کا شکار ہوگیا ہے۔ نصابی تاریخ کا حصہ نہ بننے کی وجہ سے انہیں فراموش کر دیا گیا ہے گروہ احرار کے سینکڑوں سپہ سالاروں، مجاہدوں اور کارکنوں کو نظرانداز کر دیا گیا ہے حالانکہ اگر تحریکِ آزادی نہ لڑی جاتی تو تحریکِ پاکستان کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتی۔ یہی مجاہد ہمارے

اصل محسن ھیں۔ جن سے ایثار، خلوص، خون، گوشت اور ہڈیوں پر آزادی کی تحریکیں استوار ہوئیں اور قوم کی تعمیر نو ہوئی۔

اس صدی کے مسلم مشاہیر کی تاریخ میں چودھری افضل حق کا نام سرِفہرست ہے جس نے ہنگامی کام اور وقتی سیاست کو اختیار نہیں کیا وہ اُخوت وخلوص کے ساتھ عقیدہ وایمان کی بنیاد پر زندگی کے مستقل مسائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ افسری چھوڑی اور قید کاٹی۔ مجلس احرار اسلام کے اسٹیج سے احرار کے غریب اور مزدور کارکنوں میں سیاسی اور فکری شعور پیدا کیا جو انگریزی سامراج سے ٹکرا گئے انہوں نے معاشی اعتبار سے غریب مگر شعوری لحاظ سے امیر کارکنوں سے وہ کام لیا کہ انگریزی اقتدار ٹوٹ گیا۔ سامراجی منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس نے زیردستوں میں زبردستوں کے گریبانوں میں ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت پیدا کی۔ افضل حق اور عطاء اللہ شاہ بخاری، شاہ ولی اللہ کے سلسلہ کی آخری کڑی تھے۔ جناب جعفر بلوچ نے چودھری صاحب رحمہ اللہ کو منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔

تقریب کے اختتام پر حاضرین نے اجتماعی دعاءِ مغفرت کی۔

بقیہ از صــ ۴۲

ان ہی لوگوں کی طرف سے جو دس سال سے زائد عرصہ ہوا ہے، اپنے اسلامی شعارات اور وحدت واتحاد کے نعروں سے عالم کے کانوں کو بہرہ کر رہے ہیں" اور ان کے پیشوا امام خمینی کا قول ہے "شیعہ سُنی بھائی بھائی ہیں جو ان میں اختلاف ڈالے وہ نہ شیعہ ہے نہ سُنی، بلکہ استعماری قوتوں کا ایجنٹ ہے"

آپ پر فرض ہے کہ ایران کے حکمرانوں سے استفسار کریں کہ آپ جو شیعہ اور سُنی میں اختلافات کے بانی ہیں اور اہلِ سنت کو تمام حقوق سے محروم کر رہے ہیں کس کے ایجنٹ ہیں اور یہ سب کچھ کس کے اشارے اور ایما پر کر رہے ہیں؟

آخر میں ہم اپنے شیعہ بھائیوں سے بھی التماس کرتے ہیں کہ نا انصافی اور ظلم کے خلاف آواز بلند کریں، اور آیت اللہ شریعت مدار، قطب زادہ، بنی صدر، شیخ علی اور اخیر میں آیت اللہ منتظری (خمینی کے جانشین) کے حالات سے سبق سیکھیں۔

(بہ شکریہ ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۱۲ تا ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء)

کارکنانِ احرار متوجہ ہوں

عالمی مجلس احرارِ اسلام کی رکنیت ومعاونت سازی کی مہم جاری ہے۔ تمام ماتحت مجالس فوراً اپنی ضرورت کے مطابق فارم طلب فرمائیں۔

۱۰ مارچ تک مقامی انتخابات مکمل کر کے مرکز کو روانہ کریں باقاعدہ سرکلر علیحدہ جاری کر دیا گیا ہے۔

والسلام

محمد حسن چغتائی (امیر)

سید عطاء المؤمن بخاری (نائب امیر)

عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

چمن چمن اُجالا

ہفت روزہ
محمد احمد مُعاویہ

وفاقی وزیر دفاع غلام سرور چیمہ
اپنے عقیدہ کی وضاحت کریں، مسلمان یا قادیانی؟

گذشتہ دنوں عالمی مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کا ایک اہم تنظیمی اجلاس مرکزی سیکرٹری نشر و اشاعت جناب عبد اللطیف خالد چیمہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مختلف تنظیمی امور پر غور و خوض کیا گیا۔ بعد ازاں ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ جس میں مولانا اللہ یار ارشد اور سید محمد کفیل بخاری بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر دفاع مسٹر غلام سرور چیمہ اپنے عقیدہ کی وضاحت کریں، ان کے متعلق یہ تأثر عام ہے کہ وہ قادیانی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

وزارت دفاع میں قادیانیوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں اور قادیانی افسر کثرت سے بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ وزارت دفاع جیسے حساس عہدے پر کسی قادیانی یا قادیانی نواز کا فائز رہنا مسلمانوں کے لئے ناقابلِ برداشت ہے، انہوں نے کہا کہ وزیر دفاع وضاحت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے۔ وہ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔ انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ چیمہ صاحب کہیں ان افراد میں سے تو نہیں جنہوں نے عوام کے خوف سے ۱۹۷۴ کی تحریک ختم نبوت میں مرزا ناصر کی ہدایت پر جعلی حلف ناموں کے ذریعہ قادیانیت سے برأت کا اعلان کیا تھا اور اندرونی طور پر اپنی ہمدردیاں مرزائی جماعت سے وابستہ رکھیں۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ وزیر دفاع فوراً اس سلسلہ میں وضاحت کر کے تمام مسلمانوں کے شکوک و شبہات دور کریں۔

ربوہ
حبیب اللہ رشیدی

آنجہانی مرزا ناصر کی بیوہ کے خلاف مولانا اللہ یار ارشد کا مقدمہ۔
ضیاءالاسلام پریس کی اشتعال انگیزیاں۔
ربوہ میں "ہجرت" کا دور پورا ہونے پر ہم واپس قادیان جائیں گے (اکھنڈ بھارت کا مرزائی عقیدہ)

مجلس احرار اسلام کے مبلغ اور مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد نے گذشتہ دنوں مرزائیوں کی مختلف سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیا ہے۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے "راہِ ایمان" نامی ایک قابلِ اعتراض کتاب شائع ہوئی جس میں اسلام اور وطن پر رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ تھانہ ربوہ پولیس نے مولانا کی درخواست پر ضیاالاسلام پریس کی انتظامیہ شیخ خورشید احمد، رفیق احمد، لئیق احمد اور لجنہ اماء اللہ ربوہ کی مرکزی صدر مرزا ناصر کی بیوہ کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸۔ سی ایک مقدمہ نمبر ۹ درج کر لیا ہے۔ مولانا نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ اس گمراہ کن کتاب میں قادیانیوں کو مسلمان اور قادیانی مذہب کو اہلِ اسلام کا مذہب قرار دیا گیا ہے جبکہ اسلامی اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔ کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ قادیانی پاکستان میں مرزا بشیر کی پیش گوئی کے مطابق "ہجرت" کا دور پورا کر رہے ہیں اور اس عرصہ کے پورا ہونے پر وہ واپس قادیان (ہندوستان) جائیں گے اور یہ پیش گوئی عنقریب پوری ہونیوالی ہے۔

مولانا اللہ یار ارشد نے ایک پریس کانفرنس میں حکومت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ مسلسل اس قسم کا دلآزار اور دین دشمن و ملک دشمن لٹریچر شائع کر رہا ہے۔ روزنامہ "الدجل" (الفضل) میں روزانہ اشتعال انگیز مواد شائع ہو رہا ہے، قادیانی کھلم کھلا قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں اور امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی توہین کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ پاکستان میں اپنے قیام کو ہجرت جیسے مقدس دور سے تشبیہ دے رہے ہیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق "اکھنڈ بھارت" جیسے ملک دشمن منصوبہ کی تکمیل کیلئے کوشاں ہیں۔ مرزائی پاکستان میں رہنا پسند نہیں کرتے اور بھارت کو مقدس ملک سمجھتے ہیں۔ پیش گوئی پوری ہونیوالی بات انکی بھارت نوازی اور ملک دشمنی کا بیّن ثبوت ہے۔ مولانا نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ان حالات کی روشنی میں مرزائیوں کی تمام سرگرمیوں کو خلافِ قانون قرار دیا جائے۔ اور ملک دشمنی کے الزام میں ان پر مقدمہ قائم کر کے گرفتار کیا جائے انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے لئے ہر قربانی دیں گے اور ملک کی عزت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ انہوں نے مرزائیوں کو واشگاف الفاظ میں خبردار کیا کہ وہ دین اور ملک دشمن سرگرمیوں سے باز آجائیں۔

خان پور

بدر منیر احرار

• "احرار" اسلام دشمنوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں

• حکمران قومی خدمت کی بجائے اقتدار کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں"

عالمی مجلس احرار اسلام کے قائم مقام مرکزی صدر ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری ضلع رحیم یار خان کے بارہ روزہ طویل تنظیمی دورہ کے سلسلہ میں خانپور بھی تشریف لائے۔ مقامی کارکنوں نے مولانا عبدالقادر ڈاھر اور مرزا عبدالقیوم کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے اپنے مختصر قیام کے دوران کارکنوں اور معززین شہر سے ملاقاتیں کیں۔ اور احرار ہاؤس میں ورکرز میٹنگ سے بھی خطاب کیا۔ اپنے دورہ کے اختتام پر جامع مسجد گڑھی اختیار خان میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ عالمی مجلس احرار اسلام مرزائیوں کا محاسبہ ہر سطح پر جاری رکھے گی۔ اندرون و بیرون ملک انکی دین و وطن دشمن سرگرمیوں پر ہماری کڑی نظر ہے۔ مرزائی جہاں بھی چلے جائیں احرار کے احتساب اور اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اب انکی عافیت صرف اور صرف ایک بات میں ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور ملک و قوم سے محبت و وفاداری کا اعلان کریں۔

انہوں نے کہا کہ بڑھتی ہوئی بدامنی، عدم تحفظ، رشوت اور سرکاری سرپرستی میں ذرائع ابلاغ سے پھیلائی جانے والی بے حیائی اور فحاشی ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ خصوصاً ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے عریانی اور بے راہ روی کو فروغ دیکر نوجوان نسل کو گمراہ کیا جا رہا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران اور سیاستدان ملک اور قوم کی خدمت کی بجائے اقتدار کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں اور اس مقصد کے لئے ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈا استعمال کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ملک میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاشی، سیاسی اور سماجی ناہمواریوں کی بنیادی وجہ دین سے عملی انحراف اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں میں دین

بیزاری کے رجحان کا ایک سبب علماء کا انتشار وافتراق بھی ہے اور یہ صورتِ حال "علماء حق" کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ اس خلاء کو فکری و عملی وحدت سے پُر کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دشمن دینِ اسلام کو رسوا کرنا چاہتا ہے مسجد و مدرسہ کو ویران دیکھنا چاہتا ہے اور اس مذموم مقصد کے حصول کیلئے امتِ مسلمہ میں انتشار پیدا کرنا اس سازش کا پہلا زینہ ہے۔ اگر دینی جماعتیں اور شخصیتیں خود احتسابی کے عمل کو اپنا کر دشمن کے منصوبوں پر گہری نظر رکھیں تو یقینی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے انہوں نے تمام مسلمانوں خصوصاً احرار کارکنوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنی زندگیوں میں اسوۂ رسول کریم علیہ السلام سے مشابہت پیدا کریں اور حضور کے نورانی اعمال کی روشنی سے دین و دنیا کو منور کریں۔

جلسہ سے مولانا عبدالقادر ڈاھر، مولانا فقیر اللہ رحمانی اور حافظ محمد اکرم نے بھی خطاب کیا۔ اس سے قبل ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ ہنگامی دورہ پر خانپور تشریف لائے۔ سردار عزیز الرحمٰن سنجرانی آپ کے ہمراہ تھے۔ مقامی احرار رہنماؤں اور کارکنوں سے ملاقات اور تنظیمی امور پر مشورہ کے بعد آپ ظاہر پیر تشریف لے گئے جہاں احرار ساتھیوں اور دیگر دینی و سماجی کارکنوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے سردار محمد نواز خان کی اقامت گاہ پر کارکنوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مجلس احرارِ اسلام اللہ کی زمین پر حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے جد وجہد کر رہی ہے۔ اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ اور اس راستے میں جہاد ہمارا منشور ہے۔ انہوں نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ تبلیغ دین اور کفار و مشرکین سے جہاد کے لئے احرار کا ساتھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ احرار کارکن دشمنانِ خدا و رسول اور صحابہ کرام کے گستاخوں کے مقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علماء کرام کے انتشار نے دینی حلقوں اور ملک و ملت کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ دشمن ہماری گھات میں ہے۔ اگر دینی رہنما اس نازک موقع پر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہ ہوئے تو پھر وہ مسجدوں اور نمازِ جنازہ تک محدود ہو جائیں گے۔ اور آنے والی تباہی کو روکنا ان کے بس میں نہیں رہے گا۔ بعد ازاں حضرت پیر جی مدظلہ خانقاہ دین پور شریف گئے جہاں امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت خلیفہ غلام محمد اور مولانا لعل حسین اختر رحمہم اللہ کے مزارات پر فاتحہ و دعاءِ مغفرت کی اور میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ کے فرزندوں سے ملاقات کے بعد احمد پور شرقیہ روانہ ہو گئے۔ جہاں سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ اور حافظ محمد یوسف سیال ایڈووکیٹ

نے آپکا استقبال کیا آپ نے وہاں بھی کارکنوں سے مسلسل ملاقاتیں کیں۔

مُریدکے

محمد انیس مجاہد

مُفکّرِ احرار چودھری افضل حقؒ کی یاد میں تقریب

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام نارڑ ہاؤس میں ایک تقریب حکیم محمد صدیق نارڑ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں مقررین نے چودھری صاحب مرحوم اور دیگر اکابرِ احرار کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ حکیم محمد صدیق نارڑ نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ افضل حق اُن مجاہدینِ آزادی میں سے تھے جنہوں نے اپنی جدوجہد کا صلہ کبھی قوم سے نہیں مانگا۔ اُن کے قول وفعل میں تضاد نہیں تھا۔ انہوں نے خلوص کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی اور مسلمان قوم میں سیاسی شعور کی لہر پیدا کی۔ افضل حق اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری احرار کے دُو جلیل القدر رہنما تھے افضل حق شاہ جی کی تقریر سے متاثر ہوئے پھر ان کے ہم سفر ہو گئے۔ شاہ جی نے اُن کی دیانت اور صلاحیتوں سے متاثر ہو کر انہیں احرار کا دماغ قرار دیا۔ ان دونوں رہنماؤں نے انگریز سامراج کے اقتدار کے خاتمے، آزادی کے حصول اور انگریزوں کے خود کاشتہ پودے "مرزائیوں" کے خلاف فکری اور عملی محاذ پر زبردست جدوجہد کی تاریخ میں انکا نام ہمیشہ احترام سے لیا جائے گا۔

انہوں نے کہا کہ ان رہنماؤں نے برصغیر میں احرار کے سٹیج سے درجنوں قومی تحریکیں برپا کیں۔ انہیں پاکستان سے حقیقی محبت تھی۔ شاہ جی نے قیام پاکستان کے بعد ملک بھر میں دفاع پاکستان احرار کانفرنسیں منعقد کیں اور ملکی دفاع کے لئے دس ہزار احرار رضا کاروں کی پیش کش کی، وہ ہمیشہ استحکام پاکستان کے حامی رہے اور آخر وقت تک اسی کے لئے کوشاں رہے۔

حکیم صدیق نارڑ نے موجودہ ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ سیاسی کشمکش نے ملک میں بے چینی اور عدم استحکام کو فروغ دیا، مقصدی سیاست کا خاتمہ کر کے سرمایہ کی سیاست کو پروان چڑھایا ہے۔ اسمبلیوں کے اراکین کی خرید و فروخت نے ملکی وقار کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔ حکمرانوں

اور سیاست دانوں نے اپنے گندے سیاسی کردار سے ملک اور قوم کی توہین کی ہے، سیاسی و اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھ دی ہیں۔ ایک طرف اقتدار کی رسہ کشی جاری ہے تو دوسری طرف بدعنوانی، رشوت مہنگائی، عریانی اور فحاشی عروج پر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کی حکمرانی میں مضمر ہے۔ علماء، اور تمام دینی جماعتیں متحد ہو کر نفاذِ اسلام کی جدوجہد کریں جس سے یقینی طور پر قوم کی تربیت ہوگی اور نئی قیادت اُبھر کر سامنے آئے گی۔ اس تقریب سے احرار رہنما اور صحافی بدر منیر احرار، حکیم جان محمدؒ، محمد عمر، عبدالمجید، محمد ناصر، فضل محمود تارڑ اور محمد اقبال نے بھی خطاب کیا

بقیہ از صـ ۶۲ :

سیدہ فاطمہ کی لاش کا نکلوانا، پھر ہوٹل کا اپنے مکینوں سمیت بلڈوز کر دیا جانا۔ یہ سب کچھ ہو گیا اور عالمی پریس کو کانوں کان خبر نہ ہوئی ——— اور سعودی حکومت کیلئے کہا جا سکے گا کہ وہ حالات سے اتنی بے خبر ہے کہ اسکی ناک کے نیچے سب کچھ ہوتا رہا لیکن اُسے کچھ پتہ نہ چل سکا ——— ۸۵ء کا واقعہ لندن کے عربی ہفت روزہ یا [illegible] میں چھپا ——— کیوں؟ ——— مصلحت ہوگی لیکن عالمی پریس ہماری مصلحتوں کو نہیں جانتا اور اب "بھٹو شہید" کے مقابلہ میں "ضیاء شہید" کی برتری کے لئے ۸۹ء میں پاکستان میں یہ سب کچھ چھپا ہم بھٹو اور ضیاء دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں ——— لیکن آپ سے ضرور اتنی گذارش کرتے ہیں کہ ۱۱ سال تک بلا شرکت غیرے اس ملک کے سیاہ و سفید کا حاکم رہنے والے کیلئے فرضی کہانیاں نہ بنائیں ——— اس مرحوم کے دور میں جن علماء اور صحافیوں نے خوب ہاتھ رنگے اُن کی مجبوری سمجھ آتی ہے ——— آپ جیسے بے غرض اور اُجلے دامن والے لوگ اس مہم میں کیوں شریک ہو رہے ہیں ——— گستاخی کی معذرت چاہوں گا اور توقع رکھوں گا کہ جواب آں غزل کے طور پر اس "ذاتی قسم" کے عریضہ کو نقیب کے ذریعہ قوم کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ شکریہ

والسلام۔ آپ کا علوی۔ لاہور

مکتوب
بنام مدیر
مولانا سعید الرحمٰن علوی

"ردِ عمل"

برادر عزیز! اسلام و رحمۃ۔ نقیب کا تازہ شمارہ مل گیا، اس سے صف ۱۶ پر ثالث" نامی ہفت روزہ کے حوالہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہٗ سے متعلق جو کہانی ہے ——— یہ خط اسی کا ردِ عمل ہے۔ موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی اخبارات و رسائل کی آزادی کا ڈھنڈورہ پیٹا۔ اسی ضمن میں ڈیکلریشن بھی بکثرت لوگوں نے لئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح اس وقت مارکیٹ میں رسائل کی بھرمار ہے اور رسائل و جرائد چلانے والوں کی خوش قسمتی ہے کہ مرکز و صوبہ کی حکومتوں کی لڑائی اشتہارات وغیرہ کے حوالہ سے ان کی لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے ——— آج کے دور میں یقیناً بعض باضمیر و باکردار صحافی اور اہلِ قلم موجود ہیں لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا ذکر کرنا ہی طبیعت پر بار ثابت ہوتا ہے۔

آج کل کی بات نہیں مسلمان قوم ایک عرصہ سے قبروں کی پجاری چلی آرہی ہے جس کے نتیجے میں عقیدۂ توحید بُری طرح مجروح ہوا ——— لیکن اس دور میں اس عقیدہ کی جو درگت بنی اور بن رہی ہے اور جس طرح بڑوں کا نیلام عام ہو رہا ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔ جناب اقبال و جناح کا معاملہ ہی کیا کم تھا کہ اب بھٹو اور ضیاء کی وجہ سے بات ۲ کی نہیں ۱۴ کی بن گئی ہے ——— مرحوم ضیاء الحق نمازی تھے۔ تہجد گزار تھے، خانقاہی خانوادوں سے اُن کے مراسم تھے اور ایسی بہت سی باتیں آج زبان زدِ عوام ہیں۔ ہمیں ان کا انکار نہیں، نہ انکار کی ضرورت ——— لیکن چونکہ ہمارا معاشرہ ایک عرصہ سے اسلام کی اجتماعی روح سے محروم ہے اس لئے بعض افراد کی ذاتی خوبیاں ہی بڑا سرمایہ بن جاتی ہیں، جبکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل سوال اجتماعی کردار و عمل کا ہے اور بس، ذاتی خوبیوں کے حوالے سے تحریک ختم نبوت ۵۳ء کے قاتل اور سکہ بند مسلم لیگی رہنما خواجہ ناظم الدین بھی کم نہ تھے وہ حافظِ قرآن تھے۔ رمضان میں بڑے اہتمام سے قرآن مجید تراویح میں سناتے، نماز و تہجد کے پابند تھے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ایک بزرگ خلیفہ سے بیعت و نسبتِ روحانی بھی انہیں حاصل تھی۔ لیکن اجتماعی طور پر جو جرم اُنہوں نے کیا اسے کون معاف کر سکتا ہے ——— ؟

حا حوالہ سے باقی نیکوکاروں کو بھی دیکھا جا سکتا ہے ــــ مرحوم ضیاء الحق نے جس طرح ڈاکٹر عبدالسلام کی پذیرائی کی۔ زکوٰۃ کے حوالہ سے شیعہ برادری کو فائدہ پہنچایا، فقہ جعفریہ جس طرح ان کے زمانہ میں سامنے آئی، زکوٰۃ کے ذریعے مذہبی حلقوں کی کرپشن کا جو سامان ہوا، لولی لنگڑی شریعت کورٹ بنا کر جس طرح اسلام کے نظام عدالت کی رسوائی کی ــــ وہ باتیں ایسی نہیں کہ انہیں نظرانداز کر دیا جائے ؟ اس کے باوجود بعض مذہبی حلقوں کا رویہ عجیب و غریب ہے فیا حسرتا..... !

سیدہ فاطمہ کے جسدِ اطہر کے حوالہ سے جو سٹوری چھپی ــــ ۱۴ سو سال کے شیعہ ذہن کے حوالے سے تو ہر بات ممکن ہے لیکن یہ کہانی حُبِّ علی نہیں بُغضِ معاویہ کے ذہن کی عکاس ہے "یوسف سیّد" کون ہیں؟ ہم واقف نہیں۔ لیکن محترم مرزا انوّر صاحب ایک ایسے بزرگ ہیں جنہیں اہلِ لاہور ان کی خوبصورت تقریروں کے حوالہ سے خوب جانتے ہیں ــــ وہ طویل عرصہ بغیر استحقاق ایک ادارہ کی سربراہی سے حال ہی میں نکالے جانے کے سبب جو کچھ لکھ رہے ہیں اور عالمِ ارواح میں ضیاء مرحوم کے لئے جو ثابت کر رہے ہیں وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کے ذہن پر شدید اثر ہے ــــ رہ گئے کہانی کے اصل راوی جناب اقبال سہیل، تو آج مولانا غلام غوث ہزاروی اور شورش کاشمیری زندہ ہوتے تو وہ اصل حقیقت واضح کرتے ــــ مرحوم ایوب خان کے زمانہ میں شورش مرحوم کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑا اس کا سبب سہیل صاحب کی صحافت ہی تھی۔

ضیاء الحق مرحوم واقعی بڑے صاحبِ بصیرت تھے ــــ ان کا دل بڑا ہی صاف و شفاف تھا کہ حضور اقدس محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہٗ کے خواب کا اشارہ نہ تو عالمِ اسلام کے صاحبِ طرز ادیب اور مفکر (یہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی طرف اشارہ ہے جن کی تازہ کتاب "المرتضیٰ" اُن کے سیّد ہونے کی دلیل ہے اور اس میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی نہیں اور بہت سے صحابہ علیہم الرضوان کے متعلق کم از کم الفاظ میں بے احتیاطی بہت ہے) سمجھ سکے نہ مراکش کی فاضل شخصیت ــــ پھر وہ بزرگ کراچی آتے ہیں۔ ضیاء الحق ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں، لیکن وہ صاحب طرز ادیب و مفکر پھر بھی قانونی پیچیدگیوں کی بناء پر انہیں اسلام آباد نہیں بلا سکے۔ بلکہ خود کراچی جا دھمکتے ہیں اور پھر فوراً سعودی حکمران سے فون پر رابطہ کر کے سب کچھ بتا کر اُن سے مدینہ کی حفاظت کی درخواست کرتے ہیں ــــ بالغی عورت کا ہوٹل، سرنگ،

(بقیہ ص ۶۰ پر)

بدعت اور بدعتی

- ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)
- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہر بدعت جو اسلام میں نکالی جائے وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ ہے (ابوداؤد۔ ترمذی)
- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سُنّت کو مُردہ نہ کر دیں گے۔ یہاں تک بدعتیں زندہ اور سُنّتیں مردہ ہو جائیں گی۔ (اعتصام)
- ابوعمرو شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا توبہ کس سے کرے۔ (اعتصام)
- حضرت غضیف ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب کوئی قوم بدعت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے سُنّت اُٹھا لیتا ہے۔ اور وہ سنت کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ (احمد بزاز)
- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ، حج، نماز، نفل اور فرض قبول نہیں کرتے وہ اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

مرسلہ:
محمد قادر بخش اقرار
(امیر تحریک طلباء اسلام بستی مولویاں۔ رحیم یار خان)

مسلمانانِ رحیم یار خان کو مژدۂ جانفزا!

ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ

ہر عیسوی مہینہ کی آخری اتوار کو،

درسِ قرآن مجید دیں گے

ان شاء اللہ

عنوان:۔ اسلام اور حیات اجتماعی

مقام: دفتر عالمی مجلس احرار اسلام عقب غلہ منڈی رحیم یار خان

تاریخ: ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء

وقت: بعد نماز مغرب

طلبگارانِ علم و دانش، طلباء اور مسلمان عوام شرکت فرما کر مستفیض ہوں

الداعیان الی الخیر اراکین عالمی مجلس احرار اسلام رحیم یار خان

زیرِ تعمیر :

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ھاشم ـ مہربان کالونی ـــ ملتان

زیرِ اہتمام : تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

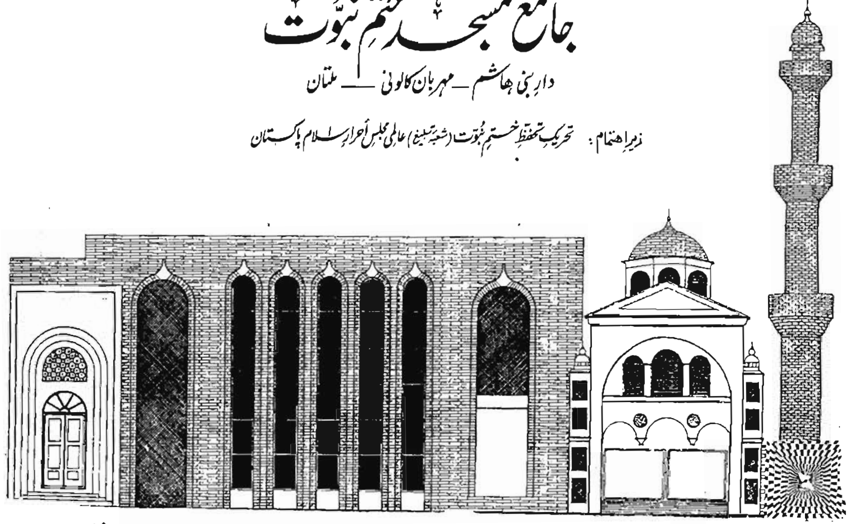

مسجد کی بنیادیں مکمل ہو چکی ہیں، تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصّہ لیں، نقد و سامانِ تعمیر

دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں ـــ ترسیلِ زر کیلئے :

منتظم و متولّی ابنِ امیرِ شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری، دارِ بنی ہاشم ـ ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

علمی وادبی کتابوں کے معروف پیش کار "الدین پبلیکیشنز" کی

تازہ پیش کش

مسیحیت

مغربی مفکرین کی نظر میں!

ایک چونکا دینے والی کتاب

تاریخ وسیاست اور تہذیب و مذہب کے جدید وقدیم رجحانات سے دلچسپی رکھنے والے ہر طالب علم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے!

ملنے کا پتہ

خیر محمد کتب خانہ

ہمہ قسم دینی، تاریخی، ادبی، اصلاحی ملفوظات حضرت تھانوی رح اور درس نظامی کی کتب کا مرکز

مدیر و منتظم: (مولانا) عبدالرزاق الفیصل
فون: ۳۲۷۸۳

جامعہ خیر المدارس، اورنگ زیب روڈ ملتان